رسائل
۱۴۵

ماہوار رسالہ

اصلاح

نمبر ۱۲ | ماہ ذی الحجۃ الحرام سنہ ۱۳۵۲ھ | جلد ۳۷

فہرست مضامین

مقام اشاعت

خاص ہمدردوں سے ۵ روپیہ سالانہ — کجھوا (صوبہ بہار) — چندہ عام خریداروں سے تین روپیہ سالانہ

انصار اصلاح حسب ذیل حضرات نے بھی امسال رسالہ اصلاح کو جدید خریدار مرحمت فرما کر نہایت شکر گزار کیا۔ خدا سب کو جزائے خیر دے: (۴۹) جناب مسٹر سید کاظم حسن صاحب بمبئی ۲ (۵۰) جناب سید جعفر حسنین صاحب رضوی بمبئی ۲ (۵۱) جناب مسٹر سید محمد حسین صاحب بخاری سرگودھا ۲ (۵۲) جناب شیخ محمد الدین صاحب گول بازار لائلپور (۵۳) جناب سید محمد نواز شاہ صاحب فرسٹ گریڈ اسسٹنٹ پولیس ریاست بہاولپور (۵۴) جناب مولوی سید محمد حنیف صاحب بلگرامی حیدرآباد برائے سنہ ۱۳۵۳ ہجری (۵۵) جناب سید عباس علی صاحب سرہند پنشنر جھالوا (۵۶) جناب سید نذر علی صاحب نئی دہلی (۵۷) جناب محمد ظہور حسن صاحب پنجابی کوٹلی ضلع ڈیرہ غازی خاں

مناظرہ مامون الرشید کی کاپیاں لکھی جا چکی ہیں۔ انشاء اللہ اس نمبر کے بعد چھپوا دیا جائیگا۔ ۶۴ صفحہ کا رسالہ ہے مگر اس قابل ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں طبع کرا کے تمام مسلمانوں میں مفت تقسیم کیا جائے۔ جن حضرات نے سنہ ۵۲ ہجری میں اصلاح کو دو جدید خریدار دیئے اونکو اور جو حضرات سنہ ۵۳ ہجری میں دو جدید خریدار دینگے انکو بھی یہ رسالہ مفت بطور انعام روانہ کیا جائیگا۔ مگر اب جو حضرات اصلاح کو جدید خریدار دیں وہ دونوں صاحبوں کے چندہ بھیجکر مجھے مطلع فرمائیں اور وی پی کی مصیبت سے انکو بھی اور ہمیں بھی محفوظ رکھیں۔ مناظرہ مامون الرشید صرف ایک ہزار چھپوایا جا رہا ہے۔ اگر اتنے ہمدردان اصلاح دو دو جدید خریدار دیکر یہ رسالہ ایک ایک عدد بطور تحفہ منگا لیں تو اصلاح کو دو ہزار جدید خریدار بھی مل جائیں جس سے ہمارا جدی امام باڑہ جو زلزلہ سے گر گیا بن جائے اور اصلاح کو بھی پورے اطمینان کے ساتھ ۶۴ صفحہ ماہوار شائع کرنے کا موقع ملے۔ حضرات بھائیان دین وملت! ہر قوم اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت میں پوری جد وجہد کر رہی ہے۔ آپ بھی اگر اپنے مذہب کو عزیز رکھتے ہیں اور اگر آپ کے خیال میں رسالہ اصلاح مذہب حق کی کوئی خدمت انجام دے رہا ہے تو کوشش فرمائیں کہ اصلاح کو دو دو جدید خریدار مل جائیں۔ محرم کی مجلسوں میں بہت سے اعزہ احباب ملتے ہیں اگر آپ حضرات کوشش فرمائیں تو انھیں ایام میں اصلاح کی یہ فرمائش پوری ہو سکتی ہے جس میں آپ کا کوئی خرچ نہیں صرف زبان کی تحریک مطلوب ہے۔ والسلام منیجر اصلاح کھجوا (بہار)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصلاح

نمبر ۱۲ | ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ ہجری | جلد ۳۷

عالیجناب نواب کمال یار جنگ بہادر دام اقبالہ کا گرانقدر عطیہ

ناظرین اصلاح کو دوسرے اخباروں نیز رسالہ اصلاح ماہ شعبان ۱۳۵۲ھ ہجری سے ریاست حیدرآباد دکن کے اس دردناک حادثہ کی خبر ہو چکی ہے کہ وہاں کے مشہور ذی اثر اور خاندانی رئیس عالی جناب سرکار نواب خان خاناں بہادر اعلے اللہ مقامہ نے ماہ جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ میں انتقال فرمایا جس سے ہماری قوم و ملت کو بہت بڑا نقصان پہونچا۔ مگر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جناب مرحوم نے بہت معزز۔ روشن خیال۔ ذی اثر معین دین وملت اور ہمہ اوصاف متصف جانشین چھوڑا ہے جنکا اسم گرامی عالی جناب نواب میر محمد کمال الدین حسین خاں صاحب المخاطب بہ جناب سرکار نواب کمال یار جنگ بہادر دام عزہ ہے۔ جناب ممدوح میں نہایت اعلے درجہ کی خوبی یہ ہے کہ اپنے مذہب اور قوم کے بڑے نبض شناس اور اسکی ضروریات سے کماحقہ واقف ہیں۔ آپ نے جناب مرحوم کے انتقال کے بعد جناب مرحوم کی روح کو ثواب پہونچانے کی غرض سے لاتعداد امور خیر انجام دیئے اُن میں اپنے مذہب کے قدیم خادم رسالہ اصلاح کی اعانت بھی فرمائی۔ چنانچہ ماہ نومبر ۱۹۳۲ء میں جناب سرکار ممدوح کی طرف سے تین سو روپیہ

رسالہ اصلاح کی اعانت کے طور پر موصول ہوئے تھے جن کا کمال درجہ شکریہ صمیم قلب سے ادا کیا جاتا ہے۔ جناب ممدوح کی یہ سخاوت قابل قدر اور مستحق تقلید ہے کاش دوسرے مومنین بھی اپنی خوشی کے اوقات اور اپنے بزرگوں کی روح کو ثواب پہونچانے کے مواقع پر اپنے دینی اداروں کو قوت پہونچانے کا خیال کریں تو ہماری قوم کی بہت کچھ ترقی ہوسکتی ہے۔ اکثر مقام پر دیکھا گیا ہے کہ دونوں صورتوں میں بے حد و حساب مصارف وہ کئے جاتے ہیں جن سے نہ خدا و رسول ہی خوش ہوسکتے ہیں اور نہ بزرگوں کی روحوں کو ان کا ثواب پہونچ سکتا ہے۔ خداوند عالم جناب موصوف کو دنیا و دین میں عزت و شان اور جاہ و اقبال کی ترقی عطا فرماتا رہے اور آپ ایسے سچے انصار دین و ایمان کی تعداد ہماری جماعت میں یوماً فیوماً زیادہ کرتا رہے۔

دائرہ تحقیق کھجوا حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین ظہیر الملۃ والدین آیۃ اللہ فی العالمین مولانا السید علی اظہر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کی وفات حسرت آیات پر بہت حضرات نے جناب ممدوح کی شاندار یادگار چیز قائم کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس وجہ سے یہ دائرہ تحقیق کھجوا میں قائم کردیا گیا جو دفتر اصلاح سے علیحدہ رہیگا اور جسکے کل انتظامات ہمدردان دین و ملت کی رائے و مشورہ سے انجام پائیں گے۔ اسی کے متعلق اصلاح مشین پریس اور رسالہ الشمس بھی کردیا گیا ہے۔ جس سے اس دائرہ کے مفصل حالات بھی معلوم ہوتے رہیں گے۔ الحمد للہ کہ الشمس جلد ۱ کا پہلا نمبر ماہ محرم سنہ ۱۳۵۳ ہجری کا چھپ گیا اور اس دائرہ سے اپنے خریداروں کے پاس پہونچ گا۔ اب کوئی صاحب رسالہ الشمس یا اصلاح مشین پریس کے متعلق کوئی فرمائش دفتر اصلاح سے نہ کریں بلکہ براہ راست دائرہ تحقیق کھجوا کو لکھیں۔ ہم نے ارادہ کرلیا ہے کہ اب جو مومنین و ہمدردان دین و ملت اپنے خادم رسالہ اصلاح یا دفتر اصلاح کی اعانت میں کوئی رقم عنایت فرماکر شکرگزار کرینگے اسے بھی ہم دائرہ تحقیق ہی کو دے دیا کریں گے۔ اس پر عمل بھی شروع کردیا گیا۔

چنانچہ حضرت قبلہ و کعبہ طاب ثراہ کے حادثہ کے بعد (۱) انجمن اتحاد المومنین گونڈا
سے جو پانچ روپیہ اعانت اصلاح میں آئے تھے وہ اسی دائرہ کو دیدیئے گئے۔
(۲) عالی جناب آر۔ کیو۔ محمد شافی صاحب انسپکٹر پولیس سمستی پور ضلع دربھنگہ دام عزہ
نے اعانت اصلاح میں ۱۵ روپیہ عنایت فرمائے ہیں۔ یہ رقم بھی دائرہ تحقیق
ہی کو دے دی گئی (۳) اور اب عالی جناب سید اکبر شاہ صاحب اسٹیشن ماسٹر
عروشہ (ملک افریقہ) نے حضرت قبلہ و کعبہ اعلی اللہ مقامہ کی فاتحہ خوانی کے لئے
۵ شلنگ بھیجے ہیں۔ فاتحہ خوانی کردی گئی اور یہ رقم دائرہ تحقیق میں داخل کردی
گئی۔ خدا سے دعا ہے کہ اگر اس دینی ادارہ کی غرض خالص دینی حمایت اور علمی ترقی
ہے تو اس کو مضبوط فرما کر ترقی عطا کرے۔ مومنین سے بھی التماس ہے کہ اس دائرہ
کی حمایت پر کمربستہ ہوجائیں۔ تاکہ حضرت قبلہ و کعبہ اعلی اللہ مقامہ کی وہ بکثرت
مصنفات جو اب نہیں ملتیں اور جن کے دوبارہ یا سہ بارہ چھپوانے کی شدید ضرورت
ہے جلد شایع ہوسکیں۔ مگر مومنین اس کا خیال رکھیں کہ اسکی کوئی رقم دفتر اصلاح
میں نہ روانہ کریں بلکہ صرف دائرہ تحقیق کھجوا کے نام بھیجیں اور رسالہ الشمس بھی
وہیں سے طلب کریں۔ ہم تنہا ہیں۔ اصلاح ہی کی خدمات کے لئے ہمیں رہنے دیں۔

دفتر اصلاح کی جدید پریشانی

ہمدردان اصلاح کو اصلاح نمبر ۹ و نمبر ۱۰ و ۱۱ سے معلوم ہوچکا ہے کہ ۱۵ جنوری کے زلزلہ سے
ہمارے مکان اور جدی امام باڑہ کو بھی سخت نقصان پہونچا۔ یہ امام باڑہ یہاں کا
بہت محترم۔ مقدس۔ اور معزز حسینیہ سمجھا جاتا ہے جس کو ہمارے جد علام جناب
زبدۃ العلماء قدوۃ الفقہاء مولانا السید حسن صاحب قبلہ طاب ثراہ نے بنوایا تھا۔
اسکی مجالس نہایت شاندار اور نورانی ہوتی تھیں کہ ان میں لوگوں کو مذہبی معلومات
بہت زیادہ حاصل ہوتے اور مال کار بھی اس قدر ہوتا کہ لوگ اپنے گھروں تک روتے
جاتے۔ زلزلہ میں اسکی چھت اس قدر شکستہ ہوگئی کہ ایک بالشت سے زیادہ جھک کر

لٹک گئی تھی مگر زمین پر گری نہیں تھی۔ ۳۰ مارچ سنہ ۴۴ء کو ۱۲½ بجے دن کے وقت جب موسم بہت معتدل تھا کہ نہ بارش تھی نہ ابر تھا۔ نہ آندھی تھی۔ نہ تیز ہوا تھی۔ نہ زلزلہ کا کوئی شبہ ہوا دفعتہً چھت زمین پر آتی رہی۔ اس سے علاوہ اور نقصانات کے بہت زیادہ افسوسناک رنج یہ ہوا کہ اس کا بہت متبرک منبر بھی چور چور ہو گیا۔ اس محرم میں تو اس امام باڑہ کے اندر کسی طرح مجلس ہو نہیں سکتی مگر سال بھر میں اسکو بنوانا بہت ضروری ہے۔ اگر ہمدردان اصلاح صرف اتنی مدد کریں کہ دو دو جدید خریداروں سے سنہ ۶۳ ہجری کا چندہ اصلاح خود وصول کر کے بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں تو آسانی سے اس امام باڑہ کی تعمیر ہو جا سکتی ہے۔ آپ سے ایک پیسہ کی بھی اعانت کی خواہش نہیں کیجاتی بلکہ صرف زبانی تحریک اور جد و جہد کی فرمایش ہے۔ اس کی وجہ سے ہم کو اطمینان سے انشاء اللہ رسالہ اصلاح کے شایع کرنے اور ماہ بماہ ۴۸ صفحہ ماہوار نکالتے رہنے کا موقع بھی ملیگا۔ اور آپکی اعانت تعمیر امام باڑہ میں محسوب ہونے کی وجہ سے آپ کو آخرت کا اجر بھی بہت زیادہ حاصل ہوگا۔

ہم نے حتمی ارادہ کرلیا ہے کہ اب اصلاح کی ضخامت ۴۸ صفحہ ماہوار سے کم نہ ہو اس سبب سے بھی آپ حضرات کو خیال کرنا چاہئے کہ جب تک اسکے خریدار پانچ ہزار نہ ہو جائینگے اس وقت تک اسکے مصارف کیونکر پورے ہوں گے۔ مناظرہ مامون الرشید آب تک نہ چھپ سکا۔ کیونکہ جدید خریداروں کی تعداد بہت کم رہی۔ اگر ایک مہینہ میں بھی آپ حضرات نے دو دو جدید خریدار عنایت فرما دیئے تو انشاء اللہ دوسرے مہینہ میں رسالہ مناظرہ مامون آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔

سال آئندہ کا چندۂ اصلاح

الحمد للہ کہ اصلاح کی جلد ۳۷ مکمل ہو گئی جس سے آپکا چندہ اصلاح بھی ختم ہو گیا۔ اب محرم سنہ ۶۳ ہجری سے انشاء اللہ جلد ۳۸ شروع ہو جائیگی۔ آپ اپنا چندہ بھی جلد بذریعہ منی آرڈر عنایت فرمائیں اور وی پی کا بالکل موقع نہ دیں کیونکہ اس سال اصلاح کو ۴۸ صفحہ ماہوار شایع کرنیکی وجہ سے بڑے بڑے مصارف کا سامنا ہے۔

اسمائے تاریخی سنہ ۱۳۵۳ ہجری

مظفر عباس۔ خیریت عباس۔ سید مظاہر عباس
سید ظہیر العباس۔ احمد صغیر ضیغم الاحمد۔
صغیر احمد۔ حامد صغیر۔ مجاہد صغیر۔ حمید اصغر۔ نبی اصغر۔ اصغر نبی۔ ضمانت نبی ضمانت حمید
محمد غنی قاسم۔ محمد قاسم غنی۔ محمد عاقل غنی۔ محمد غنی عاقل۔ محمد بخشش مہدی۔ سید مظفر مہدی
نبی المہدی اختر۔ محمد نیر رضا۔ محمد کرم رضا۔ قنبر رضا۔ محمد منصف رضا۔ شاہ ولی رضا
رضا ولی شاہ۔ محمد مشتاق رضا۔ رضا آشنا۔ الٰہی رضا شاہ۔ ولی رضا شاہ۔
یسین رضا حیدر۔ محمد رضا المصطفیٰ۔ سید معظم مصطفیٰ۔ محمد علی ناظر۔ محمد خصلت العلے
محمد ناظر علے۔ غریب العلے۔ علی خلیفۃ المحمد۔ اختیار العلے۔ خلیفۃ المحمد علے۔
شمس الاخیار علے۔ سید ناظر حسین۔ سید حسین ناظر۔ سید خصلت الحسین۔ سید تقی
حسن خاں۔ سید نظیر احسن۔ خیر اندیش حسنین۔ سید تاثر حسنین۔ سید عترت حسنین
سید مقبول العترت۔ سید اوصاف العترت۔ محمد عترت النقی۔ ظفریاب نقی۔ اشتیاق النقی
محمد میراث نقی۔ محمد نثار نقی۔ اخیار النقی۔ محمد اذن نقی۔ ضمیر باقر۔ معظم باقر۔
باقر معظم۔ محمد اسمعیل معظم۔ محمد منیر کاظم۔ عمران الکاظم۔ کاظم العمران۔ محمد کاظم مکرم
محمد فاخر کاظم۔ سید اکبر الدین کاظم۔ سید کاظم الدین اکبر۔ غلام مہدی اکبر۔ عظیم علی اکبر
سید فاروق اکبر مرتضیٰ۔ گلعذار علے حیدر۔ سید رضوان حیدر۔ امام الغازی
حیدر۔ سید غلام حر۔ سید ظفر السجاد۔ سید شجاعت پنجتن۔ سید مختار یحییٰ۔ سید
نذر الرحمن۔ سید مظہر اقبال۔ مناظر السبطین۔ محمد خورشید عالم۔ رضوان رسول۔ بخشش قائم
مشتاق شبیر۔ بضاعت ید اللہ۔ راغب عیسیٰ۔ محمد ظہور عیسیٰ۔ محمد تاثیر عیسیٰ۔ عارف بخت
بخت آور سعید۔ شیخ محمد عارف۔ شیخ محمد اکبر حسین۔ شیخ حشمت الدین۔ شیخ معبود بخش۔
شیخ شان محمد۔ شیخ رفیق احمد۔ شیخ فقیر احمد۔ شیخ شمیم احمد۔ شیخ مسعود مبارک۔ شیخ شاہد
عباس۔ محمد خیرات الواحد۔ بصیر العظیم۔ خلافت اسلام علی۔ الیاس المظفر۔ النور الدین رضا۔
محمد ظل المنیر۔ چراغ مقداد۔ تفویض محمد۔ ساغر محمد۔ صابر غنی۔ اکرام الغنی۔ محمد بندہ عار۔ نظر لطف الاسلام

مرزا عصمت پنجتن - مرزا عبد الحفیظ - مرزا التقدیس التقی - مرزا محمد بشارت علی - مرزا محمد فیضیاب علی - مرزا ارتفاع جعفر بخشش احسن بیگ - راغب احسن بیگ - ظل العسکری بیگ خیرات علی بیگ - ظفر العلی بیگ - فیروز غازی بیگ - باقر غازی بیگ - مختار ید اللہ بیگ تقرب خاں - مشرف امام خاں - شرع اسلام خاں - عصمت الیاس خاں - بصیرت خاں - محمد حیات النقی خاں - محمد متین علی خاں - خان خاناں - شفیق بہادر خاں - مرحمت وہاب خاں - منفعت نبی خاں - مستبشر نبی خاں - مبشر نقی خاں - عقیدہ حسن خاں - سرتاج یحیٰی خاں تراب السجاد خاں - توصیف موسیٰ خاں - میر ریاض محمد - میر محمد ریاض - میر الیاس رضا - میر رضا الیاس - امیر تربیت المہدی - امیر محمد رضی - امیر کاظم العلے - امیر علی الکاظم - نواب غلام اکبر - نواب بخشش محمد - نواب کرار حیدر خاں - آغا طفیل حیدر - آغا لطیف حیدر آغا مطیع حیدر - آغا صالح حیدر - آغا صلاح حیدر - آغا دنیدار امام - آغا مددگار امام - آغا مہربان احمد - آغا نور الدین - آغا اکبر حسین - خواجہ برکت موسیٰ - خواجہ نعمت حسنین - خواجہ اختر حسین - خواجہ ولی الستار - خواجہ تقدیس العباس - خواجہ تونگر نبی - خواجہ اقتدائے حیدر قاضی سراج حسنین - قاضی قدیر حسین - قاضی محمد قاسم احسن - قاضی محمد نصیر - قاضی محمد سفیر - قاضی شاہد اسلام - مفتی عصمت اکبر - مفتی صدارت حسین - مفتی معتقد الحسنین - مفتی مخدوم عباس - خلیفہ تقی حسن - خلیفہ متین حسین - پیر غازی المحمد - پیر عصمت النقی - پیر نیت کاظم قطب نظر محمد - قطب عظیم حیدر - قطب حید عظیم - صاحبزادہ تہذیب حسن - صاحبزادہ اظہار حسین صاحبزادہ وراثت حسین - شہزادہ بشارت حسین - مخدوم شبیر قائم - مخدوم بشیر قائم - راجہ اعظم عباس - راجہ ریاض عباس - چودھری بشارت حیدر - ملک چراغ مہدی - فقیر فضل محمد نیک اختر بیگم - طاہر الفاطمہ بیگم - مظاہر فاطمہ بیگم - بخشش سیدہ بیگم - اشتیاق البتول بیگم اعجاز البتول بیگم - اختیار زینب بیگم - نفاذ بیگم - ید اللہ اختر بیگم - فراغ بیگم - خجستہ زہرا بیگم - بی بی رمضان الفاطمہ بیگم - گوہر ضمیر بیگم - گوہر معظم بیگم - منور خاتون - نامدار خاتون رہنما خاتون - سیدہ بادر خاتون - امیر پاکیزہ خاتون - سیدہ اطوار خاتون - کنیز صدیقہ

خاتون۔ کنیز خاتون صدیقہ۔ سیدہ زہرہ خاتون۔ متبرک خانم۔ شاہنشاہ خانم عصمت الآل خانم۔ شہزادی منعم فاطمہ خانم۔ شکر النسا خانم۔ نزہت صادقہ خانم۔ شوکت الکلثوم کوثر الکلثوم۔ ثمرت زہرا۔ سیدہ ذلیشان زہرا۔ خیرات النسا۔ کنیز دختر نبی۔ صابرہ معظمہ حکمت فضہ۔ شہزادی شوکت منیر۔ نادر الخواتین۔

فدوی محمد یحییٰ حسن نقوی (نابینا) متوطن بنہیڑہ سادات ضلع بجنور (یو۔پی)

دائرۂ تحقیق کیجو ایک اعانت اور

دائرۂ تحقیق کے اغراض و مقاصد میں حضرت قبلہ و کعبہ طاب ثراہ کے دقیقی کتب خانہ کی حفاظت اور ترقی بھی ہے مومنین یہ سنکر خوش ہونگے کہ عالی جناب حاجی خوجہ محمد جعفر شریف دیوجی صاحب دام عزہ نے ممباسا (افریقہ) سے ایک عربی کتاب تحفۃ اللبیب شرح لامیۃ الحبیب تالیف السید العلامہ احمد بن ابی بکر بن سمیط العلوی الحضرمی مطبوعہ مصر ایک نسخہ عنایت فرمایا ہے جو نہایت شکریہ سے قبول کر کے دائرۂ تحقیق کے توسط سے کتبخانہ میں داخل کردیگئی۔ خدا ممدوح کو جزائے خیر دے اور دوسرے ہمدردان دین وملت کو بھی اس کتبخانہ کی ترقی کی طرف متوجہ کرے۔

تقریظات گزشتہ چند مہینوں میں بکثرت کتابیں اور رسائل دفتر میں موصول ہوئے مگر افسوس اُن پر تقریظ لکھنے کا موقع نہیں ملا۔ صرف چند پر اس نمبر میں مختصر تبصرہ کردیا جاتا ہے (۱) المحاسن۔ علوم عربیہ کے بڑے ماہر علامہ جاحظ عثمانی کی کتاب المحاسن والاضداد میں ایک باب المفاخرہ ہے جس میں مصنف نے خاندان بنی ہاشم و بنی امیہ میں مقابلہ کر کے بنی ہاشم کی افضلیت و اشرفیت کو نہایت جامعیت سے ثابت کیا ہے۔ اس میں دونوں خاندانوں کے بکثرت تاریخی واقعات وحالات درج ہیں۔ ہماری قوم کے مشہور مولف جناب بہادر سید اولاد حیدر صاحب فوق بلگرامی ساکن کواتھ ضلع آرہ دام عزہ مولف سیر چہاردہ معصومین علیہم السلام نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کر کے چھپوادیا۔ جو بہت مفید۔ ضروری اور قابل قدر علمی خدمت ہے۔ بڑی تقطیع کے ۴۰۳ صفحہ پر شایع ہوئی ہے۔ علم دوست حضرات اس کتاب کو بھی ضرور منگائیں کہ خاندان رسالت اور اسکے مقابلہ کے مشہور خاندان کے مفصل

حالات اور مخفی اسرار بھی اس سے معلوم ہونگے ۔ افسوس قیمت مرقوم نہیں (۲) متعہ اور اسلام ۔ امامیہ مشن لکھنؤ کا یہ دسواں تبلیغی رسالہ ہے جسمیں متعہ کی حقیقت ۔ ضرورت اور تاریخ کو بہت تفصیل تحقیق اور جامعیت سے لکھا ہے ۔ قرآن مجید ۔ تفاسیر اور احادیث اہلسنت سے اس کے ہر پہلو پر بہت تشفی بخش بحث کی ہے ۔ یہ رسالہ نہایت مفید اور اس قابل ہے کہ اسکے کئی کئی نسخے خرید کر مخالفین میں مفت شایع کئے جائیں ۔ امامیہ مشن کی اس دینی خدمت کی جو قدر کی جائے بجا ہے اور اسکے مصنف فاضل محقق جناب مولوی سید علی نقی صاحب دام فیضہ کا جس قدر شکریہ ادا کیا جائے کم ہے ۔ خدا ممدوح کی عمر اور قوت میں ترقی دے کہ علمی تحقیقات کے ذخیرے تقسیم کرتے رہتے ہیں قیمت صرف ۸ر (۳) تجارت اور اسلام ۔ یہ بھی فاضل محقق موصوف ہی کے زور قلم کا نتیجہ ہے ۔ جس میں کسب معاش ۔ محنت و مشقت ۔ جد و جہد اور خصوصاً تجارت کے متعلق وہ احکام و معلومات درج کئے ہیں جو اسلام اور ارکان اسلام نے بتائے اور کر کے دکھائے ہیں ۔ مسلمانوں نے آج اپنے اس قومی شغل کو بہت زیادہ ترک کر دیا ۔ جسکی وجہ سے روز بروز کمزور ہوتے جاتے ہیں ۔ کاش وہ سب اس رسالہ کو دیکھتے اور اس کے مشوروں پر عمل کرتے تو چند ہی دنوں میں انکی حالت درست ہو جاتی ۔ رسالہ بہت مفید ۔ ضروری اور قابل قدر ہے ۔ کیا خوب ہو کہ ذاکرین ہر سال محرم کی مجلسوں میں ان مطالب کو بھی بیان کر دیا کریں قیمت صرف ۳ر ۔ امامیہ مشن لکھنؤ سے طلب کریں ۔ (۴) مقدمات سیالکوٹ سیالکوٹ میں عزاداری کے متعلق شیعوں پر کئی مقدمہ قائم کئے گئے اور وہاں کے مومنین کو انکی وجہ سے سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑا مگر انھوں نے استقلال کو راہ دیا اور پورے اطمینان سے ان مقدمات میں پیروی کی جس سے حق واضح ہو گیا ۔ اور شیعوں کی عزاداری میں جو رکاوٹیں پیدا ہو گئی تھیں وہ سب دور ہو گئیں ۔ مکرم و محترم جناب سید عنایت علی شاہ صاحب ایڈیٹر اخبار درنجف سیالکوٹ و صدر انجمن شیعہ سیالکوٹ نے ان کل کارروائیوں کو ایک رسالہ کی صورت میں شایع کر کے نہایت ضروری خدمت انجام دی کہ ابتدا سے انتہا تک مقدمہ کی روئداد اس سے معلوم ہو جاتی اور بہت ضروری نظیروں کا پتا ملتا ہے ۔ مومنین ضرور ایک ایک نسخہ منگا کر رکھیں ۔ عربی نام غلط لکھ گیا ہے ۔ قیمت ۸ر

بھی اُن لوگوں نے جواب دیا کہ نہیں ہم لوگوں کو کوئی مرض (یا شرعی عذر)
بھی نہیں ہے۔ جب ہر طرح اُن لوگوں کا قصور ثابت ہو گیا تو حضرت
امیر المومنینؑ ہنس دیئے اور پوچھا کیا تم لوگ اس بات کی گواہی دیتے ہو
کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ حضرت محمد صلعم خدا کے رسولؐ
ہیں۔ اُن لوگوں نے کہا گواہی دیتے ہیں۔ تب حضرتؑ نے ان لوگوں
کو سپاہیوں کے حوالہ کیا اور اپنے ساتھ سب کو کوفہ کے باہر لے
گئے اور حکم دیا کہ ایک گڑھا کھودا جائے۔ پھر اس کے قریب دوسرا
گڑھا کھودا جائے۔ فوراً دونوں گڑھے کھود دیے گئے اور ان
دونوں کے درمیان جو دیوار تھی اس میں ایک چھوٹا سوراخ بنا دیا گیا
تب حضرتؑ نے فرمایا کہ سنو میں تم سب کو ایک گڑھے میں رکھکر دوسرے
گڑھے میں آگ روشن کرا دوں گا جس کا دھواں اس دیوار کے سوراخ
سے تم لوگوں کے گڑھے میں آئیگا اور تم لوگوں کو ہلاک کر دیگا۔[1]
بی بیو، سنا آپ نے کہ روزہ نہ رکھنے کی سزا دنیا میں بھی کتنی سخت اور
آخرت میں بھی کیسی ہولناک ہے۔ اس زمانہ میں مذہبی باتوں سے
لوگ بے پروا ہوتے جاتے ہیں۔ نماز روزہ چھوڑ دینا بھی ایک فیشن
ہوتا جاتا ہے اور مذہب سے آزادی کا رواج بڑھتا جا رہا ہے۔
اس وجہ سے شدید ضرورت ہے کہ ہم لوگ اپنی اولاد اور رشتہ داروں
کو تاکید کریں*۔ روزہ تو ہماری ہی بھلائی کی عبادت ہے۔ اس سے
ہماری صحت درست رہتی ہے۔ یورپ اور امریکہ کے بہت سے
ڈاکٹروں کی تحقیق ہے کہ روزہ رکھنے سے انسان کے بدن کی بہت

* کہ اسلام کے کسی حکم کو نہ چھوڑیں اور خدا و رسولؐ کے خلاف کرکے اُن کو ناراض نہ کریں۔

۱؎ وسائل الشیعہ جلد ۲ ص ۱۲۸

سی بیماریاں جاتی رہتی ہیں اور اسکی صحت اچھی رہتی ہے۔ اِس سے
دماغی قوتوں کی ترقی اور معدہ کی اصلاح ہوتی ہے۔ اِسی وجہ سے
خدا نے انتہاء رحم سے اِس کا حکم صرف اُن لوگوں کو دیا ہے جو اچھے
ہوں اور بیماری میں مبتلا نہ ہوں۔ جس حکیم یا ڈاکٹر کو روزہ رکھنے کی
عادت ہوتی ہے اُس سے اگر دریافت کیا جائے کہ بتائیے آپ کو
روزے سے فائدہ ہوتا ہے یا نقصان تو وہ فوراً جواب دیگا کہ اس سے
ذرہ برابر بھی نقصان نہیں ہوتا اور نہ ہو سکتا ہے بلکہ یہ سراسر فائدہ
ہی فائدہ کا کام ہے۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد۔ ہاں جو ڈاکٹر روزہ
نہیں رکھتے بلکہ نماز بھی نہیں پڑھتے نہ کسی عبادت کو کرتے ہیں وہ اگر
روزے کی بھی عبادت نہ کریں تو انکی بات کیسے مانی جا سکتی ہے
روزے کے ساتھ ماہ رمضان میں دوسری عبادتوں کا ثواب بھی
بہت ہے۔ جیسے نماز شب پڑھنا۔ دن کو قرآن مجید پڑھنا مگر
بہت سے مسلمانوں میں تراویح کا رواج ہو گیا ہے جس کو نہ حضرت
رسول خدا صلعم نے پڑھا نہ اس کا حکم دیا بلکہ جو صاحب آنحضرت کے دوسرے
خلیفہ ہو گئے تھے انھیں نے اس کی ایجاد کی [لہ] اِسی وجہ سے اُس
مذہب کے بڑے بڑے عالم بھی اس تراویح کو بدعت کہتے ہیں اور
گمراہی کی بات بتاتے ہیں۔ اُن کے ایک بڑے عالم نے لکھا ہے
حضرت فلاں نے تراویح کی ایک جماعت کر دینے کی نسبت کہا یہ
بدعة اچھی ہے ... اور بدعة اِس کو اس لئے کہا کہ آنحضرت صلعم
نے تراویح اس انتظام کے ساتھ نہیں پڑھی تھی" [۲] اور ایک دوسرے

[لہ] تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۳ وغیرہ [۲] انوار اللغۃ پارہ ۲ ص ۱۹

بڑے عالم نے لکھا ہے کہ حضرت فلاں پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے لوگوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ ایک امام اُن کو ماہ رمضان میں تراویح پڑھایا کرے اور اس کا فرمان لکھکر تمام شہروں میں جاری کر دیا [۱] ایک اور عالم نے لکھا ہے کہ ۱۴ھ ہجری میں (آنحضرتؐ کے انتقال کے ساڑھے تین سال کے بعد) حضرت فلاں نے ماہ رمضان میں لوگوں کو نماز تراویح پڑھنے کا حکم دیا [۲] خود فلاں صاحب نے بھی تراویح کو بدعۃ کہا ہے [۳] اور حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے کل بدعۃ ضلالۃ ۔ ہر بدعۃ گمراہی ہے [۴] جب ہر بدعت گمراہی ہے تو ماہ رمضان کی تراویح بھی گمراہی ہوئی صرف تراویح ہی نہیں اور بھی کئی باتیں بڑے تعجب کی ہیں ۔ جیسے پہلے صاحب کے بارے میں ہے کہ اُنھوں نے سحر کھانا شروع کیا تو حکم دیا کہ دروازہ بند کر دیا جائے تاکہ معلوم ہی نہ ہو کہ صبح ہو گئی ۔ اِسکی وجہ یہ لکھی ہے کہ صحابہ کی رائے یہ تھی کہ خوب اچھی طرح صبح ہو جانے اور روشنی پھیل جانے کے بعد بھی سحری کھانا جائز ہے [۵] اور پہلے صاحب کی بیٹی اسماء بیان کرتی تھیں کہ حضرت رسولخدا صلعم کی زندگی میں ایک دن آسمان پر ابر تھا تو ہم لوگوں نے روزہ کھول دیا اسکے بعد ابر ہٹ گیا تو آفتاب نکل آیا [۶] اور دوسرے صاحب نے ایک دن جب آسمان پر ابر تھا روزہ کھول لیا اسکے بعد ان کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ (آپ نے

---

[۱] تاریخ طبری جلد ۵ صـ۲۲ [۲] مروج الذہب جلد ۵ صـ۱۳۲ [۳] صحیح بخاری مشکوٰۃ جلد ۲ صـ۹۳ [۴] انوار اللغۃ پارہ ۲ صـ۲۰ [۵] شرح صحیح بخاری پارہ ۷ صـ۲۵۶ [۶] صحیح بخاری پارہ ۸ صـ۲۸۹

روزہ کھول دیا) ابھی تو آفتاب نکلا ہوا ہے۔ فرمایا جانے دو کچھ مضائقہ
نہیں ہے[1] ماہ رمضان میں شب قدر بھی ہے۔ اس رات کی
اتنی فضیلت ہے کہ خدا نے اس کو ہزار مہینوں سے بہتر فرمایا ہے۔
بعض مسلمانوں نے ماہ رمضان کی ستائیسویں رات کے شب قدر
ہونے پر بہت زور دیا ہے مگر انھیں لوگوں کی معتبر حدیثوں میں ہے
کہ حضرت رسول خدا صلعم نے اس بات پر زیادہ زور دیا ہے کہ شب قدر تیئیسویں
رات ہی کو سمجھو[2] اسی وجہ سے ہم لوگ بھی اس رات کو زیادہ عبادت
کرتے۔ رات بھر جاگتے اور شب قدر کے اعمال بجالاتے ہیں۔ کیونکہ
اس رات عبادت اور اعمال کی بڑی تاکید ہے۔ ہمارے بزرگ تو سال
کے دوسرے دنوں میں بھی بہت زیادہ اعمال کرتے تھے۔ جیسے حضرت
امام علی رضا علیہ السلام کی والدہ ماجدہ نے حضرت امام موسیٰ کاظم ع
سے کہا کہ حضرت علی رضا کے دودھ پلانے کو ایک دائی رکھ دیجئے۔
حضرت نے پوچھا کیا تم کو پورا دودھ نہیں ہوتا؟ انھوں نے عرض کی
دودھ تو پورا ہوتا ہے۔ مگر ان کے پیدا ہونے سے پہلے میں جس قدر
عبادت کرتی۔ نماز اور دعائیں پڑھتی تھی وہ اب کم ہوگئی ہیں۔ اس لئے
سے چاہتی ہوں کہ ایک دائی آجائے جس سے مجھے مہلت ملا کرے اور
اپنی عبادت وغیرہ اسی طرح کروں[3] اللّٰھم صل علی محمد و آل محمد۔
سبحان اللہ کیا نورانی گھر تھا جس کی عورتوں تک کو اپنی اولاد کی
خدمت سے زیادہ پیاری خدا کی عبادت ہوتی تھی۔ جب حضرت کی

[1] کنز العمال جلد ۴ ص ۳۲۷ [2] کنز العمال جلد ۴ ص ۳۳۶ و تفسیر در منثور جلد ۶
ص ۳۷۳ وغیرہ [3] وسیلۃ النجاۃ ص ۳۷۳

باں کو عبادت کا اس قدر شوق تھا تو آپ کی بہن جناب فاطمہ کو کس قدر ہوگا۔ کیونکہ وہ تو ایک امام کی بیٹی اور دوسرے امام کی بہن تھیں اور بہن بھی کیسی جو اپنے بھائی سے اس قدر محبت کرتی تھیں کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام مامون کی طلب پر مدینہ سے خراسان تشریف لائے اور جناب فاطمہ کو حضرت کی خیریت کا حال کسی طرح معلوم نہ ہو سکا تو بہت دنوں تک حضرت کی جدائی میں رویا کیں۔ پھر بے تاب ہو کر خود بھی مدینہ سے چلکر خراسان کی طرف روانہ ہوئیں۔ جب منزل ساوہ پر پہونچیں تو وہاں بیمار ہوگئیں وہیں لوگوں سے پوچھا کہ یہاں سے شہر قم کتنی دور ہے۔ لوگوں نے کہا کہ دس فرسخ (۳۵ میل) پر ہے۔ فرمایا مجھے جلد وہاں تک پہونچا دو۔ جب آپکی سواری شہر قم کے قریب پہونچی اور قم والوں کو خبر ہوئی تو اس شہر کے بڑے بڑے اور معزز لوگ سب شہر کے باہر حضرت کے استقبال کو آئے۔ سب کے آگے ان لوگوں کے سردار موسیٰ بن خزرج تھے۔ وہ حضرت کی خدمت میں پہونچے اور آپکی اونٹنی کی مہار اپنے ہاتھ میں لے لی۔ پھر سب لوگ پیدل نہایت ادب سے حضرت کی سواری کے ساتھ ساتھ چلے اور جناب فاطمہ کو قم میں پہونچا دیا اور بڑی عزت و شان سے مہمانداری کرنے لگے مگر آہ جب جناب فاطمہ قم کے اندر پہونچیں تو دیکھا کہ سب کے سب سیاہ ماتمی لباس پہنے ہیں۔ تمام شہر ماتم وارہے اور ہر گھر سے رونے پیٹنے اور ماتم کرنے کی آواز بلند ہے۔ آپ نے پوچھا یہ کس کا ماتم ہے۔ یہ سننا تھا کہ سب لوگ اور رونے لگے

اپنے عمامے زمین پر پھینک دیئے اور عرض کی کہ اے شاہزادی کئی دن ہوئے کہ آپ کے بھائی رسید۔ بےکس حضرت غریب الغربا امام علی رضا علیہ السلام کو مامون نے زہر سے شہید کر دیا۔ اُسی وقت سے ہم لوگوں کے ہر گھر میں ماتم ہو رہا ہے۔ آہ آہ جیسے ہی جناب فاطمہ نے اپنے بھائی کی یہ خبر سُنی آپ کا عجب حال ہوا ڈاڑھیں مار کر روتی چیختی۔ فریاد کرتی اور فرماتی تھیں ہائے ہمارے غریب مسافر بھائی ہائے ہمارے سردار۔ کاش مجھے موت آگئی ہوتی اور آپ کی شہادت کی خبر نہیں سُنتی۔ اس کے بعد جناب فاطمہ سترہ روز تک اپنے بھائی کے غم میں روتی رہیں اور روتے روتے دنیا سے انتقال کر گئیں۔ پھر تو شہر قم میں قیامت برپا ہو گئی اور وہاں کے مومنین نے اُن حضرت کو وہیں دفن کر دیا اور قبر پر ایک کمرہ بنوا دیا پھر حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی بیٹی زینب نے جناب فاطمہ کا روضہ بھی بنوا دیا۔ جب سے لوگ حضرت کو معصومہ قم کہنے لگے اور برابر وہاں زیارت کو جاتے ہیں [1] مدینہ سے جناب فاطمہ کے روانہ ہونے کے متعلق شاعر نے لکھا ہے ؎

بھائی کی یہ مشتاق تھی موسیٰؑ کی وہ دختر — سایہ بھی جو ملتا تو ٹھہرتی نہ وہ دم بھر
ہر دم تھی مناجات کہ اے خالقِ اکبر — اب جلدی ملے مجھکو حضوری برادر
جو حکم ترا ہوگا بجا لائیگی لونڈی — اب دیر جو ہوئیگی تو مر جائیگی لونڈی
اب مجھ کو زمین طوس کی دکھلا مرے مولا — مشتاق ہوں بھائی کی نہ ترسا مرے مولا
راحت ہے گزرتی ہے جو ایذا مرے مولا — بر لا دلِ عاجز کی تمنا مرے مولا

---

[1] بحار جلد ۱۱ صـ ۳۱

امید عنایت ہی غریب الغربا کو ۔ تو رد نہیں کرتا ہے مسافر کی دعا کو

اور جب قم میں آپ کو حضرتؑ کی شہادت کی خبر ملی اُس وقت کے بارے میں شاعر نے لکھا ہے کہ وہاں کی عورتیں جناب فاطمہ سے کہتی تھیں ؎

صابر رہو کہ مرتبہ صابر کا ہے جلیل — حامی کوئی نہیں ہے تو اللہ ہی کفیل
راہِ خدا میں بھائی تمہارے ہوئے قتیل — بخشش کی عاصیوں کے نکالی ہی یہ سبیل
امت وہ ہے کہ جسکی نبی کرتے تھے ثنا — امت وہ ہے کہ جس پہ ہمیشہ رہے فدا
فرماتے تھے زبان مبارک سے بارہا — امت مجھے عزیز ہے اولاد سے سوا
دنیا میں ایک دم بھی نہ غفلت وعما سے کی — معراج کو گئے تو شفاعت خدا سے کی
باتیں یہ سُن کے رونے لگی اور زار زار — ششدر کھڑے تھے واں پہ محبان نامدار
سر اپنا پیٹ کے یہ پکاری وہ سوگوار — ہی یہی ہے اُمتِ محبوب کردگار
کرتے ہیں خون امام فلک احتشام کا — بدلا یہی ہے الفتِ خیر الانام کا

بی بیو! آپ نے سُنا کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی بہن قم میں آئیں تو شہر والوں نے کس قدر عزت کی۔ استقبال کو شہر سے باہر آئے۔ شہر کے سردار نے آپ کے ناقہ کی مہار تھامی۔ اچھے گھر میں لے جا کے مہمان کیا مگر آہ آہ حضرت امام حسینؑ کی بہن حضرت زینبؑ کی کیا عزت کی گئی جس کے سننے سے کلیجا پھٹتا ہے۔ شاعر نے لکھا ہے ؎

زنداں میں جب کہ آلِ پیمبر ہوئے اسیر — کونین کے امیر کھلے سر ہوئے اسیر
سب رشتہ دار حیدرِ صفدر ہوئے اسیر — وحشت سرا میں عرش کے گوہر ہوئے اسیر
وہ بیبیاں اسیر تھیں اُس قصر زشت میں — تھیں جنکی لونڈیوں کیلئے گھر بہشت میں
بستی وہ فاطمہ کی کہاں اور وہ گھر اجاڑ — جانوں پہ تھی بنی ہوئی قسمت کا تھا بگاڑ

کیا دل ہلیں کہ شام سے جب بند ہوں کواڑ
دیواریں تھیں بلند کہ چھاتی پہ تھے پہاڑ

گھبرا کے چھت کو بی بیاں ہر بار تکتی تھیں
ٹوٹے مکان کی رات کو گھڑیاں غم سے کٹتی تھیں

ایک ایک سے یہ کہتی تھی زینب جگر فگار
لائق نہ اس مکاں کے تھے ہم گناہ گار

مجبور ہوں غریب ہوں کیا اپنا اختیار
سایہ تو ہے سروں پہ کرو شکر کردگار

ہے ہے مگر یہ حال شہ مشرقین پر
کیا گزری ہوگی دھوپ میں لاش حسین پر

غارت گروں نے لوٹ لیا کہنہ پیرہن
وہ ریگ گرم اور وہ عریانی بدن

ہے ہے وہ شب بہار سی اور کربلا کا بن
کس طرح جائے بھائی تلک کیا کرے بہن

پیاسا گلا کٹا کے ہوئے جس کی راہ میں
سونپی ہے میں نے لاش اسی کی پناہ میں

رسی مرے گلے کی کوئی کھول دے آکر
مقتل کو ڈھونڈھتی ہوئی جاؤں برہنہ سر

نکلی میں جو قفس سے پھر نہیں درکار راہبر
رستے میں پوچھ لونگی کہ ہے کربلا کدھر

ممکن ہے یہ کہ لاش کو ڈھونڈ نہ پائیگی
بھائی کے خون کی بو مجھے کوسوں سے آئے گی

کہنے لگی یہ اٹھ کے سکینہ جگر فگار
لیتی چلو مجھے بھی پھوپھی تم پہ میں نثار

چھپ کر چلی گئیں تو میں روؤنگی زار زار
تم نے بھی کیا بھلا دیا دل سے ہمارا پیار

مر جاؤنگی اگر نہ پدر سے ملاؤ گی
کیا اس اندھیرے گھر میں مجھے چھوڑ جاؤ گی

رو کر تب اس یتیم سے زینب نے یہ کہا
واری کہاں میں اور کہاں دشت کربلا

بے کس اسیر دام بلا غم کی مبتلا
قیدی کو کون جانے کی دیگا بھلا رضا

بھائی کی لاش ہائے اگر رہنے پاتی میں
زندان میں قید ہونے کو کاہے کو آتی میں

کہنے لگی یہ سن کے سکینہ بچشم تر
ہے ہے پھوپھی نہ آئیں گے اب مرے پدر

حاکم کے گھر میں قید ہیں سلطان بحر و بر
اب مجھکو نیند کاہیکو آئیگی رات بھر

سچ کہتی ہو نہ شاہ خوش انجام آئیں گے
اماں تو کہتی تھیں کہ سر شام آئیں گے

معلوم ہوگیا مجھے بہلاتے ہیں یہ سب
تا مر نہ جائے قید میں گھٹ کر یہ تشنہ لب

کیا حاصل اس چھپانے سے شاید چھوٹ گئی آپ میں کس بلا میں پھنس گئی یاں آ کے غضب ہے
یہ لوگ تو کبھی نہ مفصل بتائیں گے میں اپنی جان دونگی جو بابا نہ آئیں گے

چھبیسویں مجلس ۲۶

جس میں زکوٰۃ کا حکم بیان کیا گیا۔ حضرت امیر المومنین ع کی زکوٰۃ اور سخاوت لکھی گئی حضرت کی افضلیت کے بارے میں خلیفہ مامون نے اپنے عالموں سے جو زبردست مناظرہ کیا اس کا خلاصہ ذکر کیا گیا۔ پھر حضرت امام رضا ع کی بہن حضرت فاطمہ معصومہ قم کی وفات کا حال لکھا ہے اور آخر میں اہلبیت ع کے شام کی مصیبتیں تحریر کی گئی ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خدا فرماتا ہے:۔ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ یعنی اے ایمان والے مردو اور ایمان والی بی بیو۔ تم لوگ نماز پڑھتی اور زکوٰۃ دیتی رہو اور تم جو کچھ بھلائی اپنے لئے خدا کے ہاں پہلے سے بھیج دوگی اس کے ثواب کو وہاں ضرور موجود پاؤ گی۔ یقیناً اللہ ہر اس چیز کو دیکھتا رہتا ہے جو تم لوگ کرتی ہو غرض اس آیہ میں خدا ہم لوگوں کو نماز۔ زکوٰۃ اور خیرات کا حکم دیتا ہے۔ زکوٰۃ ایسا ضروری کام ہے کہ خدا نے قرآن مجید کی بہت سی آیتوں میں اسکی تاکید کی ہے اور نماز کے ساتھ ساتھ اس کو بھی فرما دیا ہے۔ اسی وجہ سے فروع دین میں نماز روزہ کے ساتھ زکوٰۃ کو بھی رکھا ہے

کہ ہر مرد اور عورت سمجھے کہ خدا نے ہم لوگوں پر صرف نماز روزہ ہی واجب نہیں کیا ہے بلکہ غریبوں کی مدد کرنی محتاجوں کی خبر گیری کرنی۔ یتیموں۔ بیواؤں کی حاجت روائی کرنی بھی بہت ضروری ہے جس کو خدا اپنی عبادت (نماز) کے ساتھ ساتھ کہتا ہے۔

اب جو لوگ خرچ کے خیال سے اس عبادت زکوٰۃ کو نہیں کرتے اور غریبوں۔ محتاجوں کا حق مار لیتے ہیں اُن پر خدا قیامت میں اتنا عذاب کرے گا کہ آج ہم لوگ اس کا خیال بھی کریں تو بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ اس زکوٰۃ کا خدا کو اس قدر اہتمام ہے کہ قرآن مجید میں جتنی دفعہ اسکی تاکید کی ہے اس کا گننا مشکل ہے مگر پچاس دفعہ سے زیادہ تو بہت ہی تاکید کی ہے۔ پھر ایسے حکم سے مخالفت کا نتیجہ کیا ہو سکتا ہے۔ جو لوگ زکوٰۃ دیتے ہیں خدا ان کو بہت بڑا بدلہ بھی دے گا۔ ایک آیۃ میں فرمایا ہے کہ یہ یقینی بات ہے کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لائیں گے اور اچھے کام کرینگے اور نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیتے رہیں گے اُن کو خدا کے ہاں اچھا بدلہ ملیگا اور اُنھیں نہ کسی بات کا ڈر ہو گا نہ کسی چیز کا وہ افسوس کریں گے ع ایک اور آیۃ میں فرمایا ہے کہ جو لوگ نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے اور اللہ اور قیامت پر ایمان رکھے رہیں گے اُن لوگوں کو خدا بہت بڑا اجر دیگا ایک اور آیۃ میں فرمایا ہے کہ ہماری رحمت سب کو شامل ہے ہم اُس کو خاص کر اُن لوگوں کے نام لکھ لیں گے جو اللہ سے ڈرتے

اور زکوٰۃ دیتے رہیں گے اور جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھیں گے عہ
ایک اور آیۃ میں فرمایا ہے کہ اگر وہ لوگ توبہ کریں اور نماز پڑھتے
اور زکوٰۃ دیتے رہیں تو اُن کا رستہ چھوڑ دو (اُن کو روکو ٹوکو نہیں)
کیونکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے عہ اسی طرح بہت سی آیتوں
میں بڑی بڑی خوش خبری دی ہے۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد۔
حدیثوں میں بھی زکوٰۃ کی ضرورت اور اس کی ادا کاری پر بہت
زور دیا ہے اور جو لوگ اس کو دیتے ہیں اُن کا بڑا ثواب لکھا
اور جو نہیں دیتے اُن کا سخت سے سخت عذاب بیان کیا ہے۔
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ خدا نے زکوٰۃ کو
اسی طرح واجب کیا ہے جس طرح نماز کو واجب کیا ہے۔ اور
حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے تھے کہ تم لوگ زکوٰۃ سے
اپنے مالوں کی حفاظت کرو (کہ اگر زکوٰۃ دوگے تو تمہارا مال بچیگا
نہیں تو پچاسوں آفتیں سیکڑوں مصیبتیں ایسی آئیں گی کہ تمہارا سب
مال خرچ ہو جائیگا) حضرت امام جعفر صادق ع فرماتے تھے کہ جب
زکوٰۃ کی یہ آیۃ ماہ رمضان میں نازل ہوئی کہ اے پیغمبر یہ لوگ اپنے
مال کی زکوٰۃ دیں تو لے لیا کرو کہ زکوٰۃ کے قبول کرنے سے تم انکو
(گناہوں سے) پاک و صاف کر دوگے عہ تو حضرت رسول خدا
نے ایک منادی کو حکم دیا کہ سب لوگوں سے پکار کر کہہ آئے کہ اللہ
تعالیٰ نے تم لوگوں پر زکوٰۃ اُسی طرح واجب کر رکھی ہے جس طرح نماز
واجب کی ہے۔ اور حضرت امیر المومنین ع نے فرمایا ہے کہ تم لوگ پابندی
سے نماز ادا کیا کرو اور کبھی اُسے چھوڑنا نہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ مسلمانوں

کے لیئے خدا نے زکوٰۃ کو نماز کا جوڑا بنایا ہے کہ ان دونوں کاموں سے یہ لوگ خدا کی نزدیکی حاصل کریں گے۔ ایک دفعہ حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے بڑے بیٹے حضرت امام حسنؑ سے پوچھا کہ بتاؤ سخاوت کس کو کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ خوش حالی اور تنگ حالی دونوں میں غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کا نام سخاوت ہے۔ اور حضرت امیر المومنینؑ نے اپنی وصیت میں فرمایا ہے کہ لوگو! خدا کے واسطے زکوٰۃ مت چھوڑ دینا۔ دیکھو زکوۃ کے بارے میں اللہ سے بہت ڈرتے رہنا۔ زکوٰۃ ایسی ضروری چیز ہے کہ جب یہ دے دی جاتی ہے تو تمہارے خدا کا غضب جاتا رہتا ہے (یعنی جب تک تم زکوٰۃ نہیں دو گے خدا تم پر غضبناک ہی رہے گا) حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ خدا نے بہت آیتوں میں نماز کے ساتھ ہی ساتھ زکوٰۃ کا حکم دیا ہے تو جو شخص نماز پڑھے گا مگر زکوٰۃ نہیں دے گا اسکی گویا نماز بھی نہیں ہو گی (یعنی خدا اس نماز کو قبول ہی نہیں کرے گا)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے تھے کہ جو بندہ اپنے مال کی ذرہ برابر بھی زکوٰۃ روک لیگا یعنی اس کو ادا نہیں کرے گا خدا اتنے مال کو بھی قیامت کے دن آگ کا ایک اژدہا بنا کر اسکی گردن میں لپیٹ دے گا کہ جب تک وہ شخص اپنے اعمال کا حساب دینے میں لگا رہیگا اس وقت تک وہ آگ کا اژدہا اس کے بدن کا گوشت نوچ نوچ کر کھاتا رہیگا۔ اسی کو خدا نے اس آیۃ میں فرمایا ہے لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ

هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۔ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
یعنی جن لوگوں کو خدا نے اپنے فضل و کرم سے مال اور دولت دی ہے اور وہ اس میں سے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے بلکہ کنجوسی کرتے ہیں وہ اس کنجوسی کو اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں بلکہ یہ تو اُن کے حق میں بہت ہی بُری ہے۔ کیونکہ جس مال میں یہ لوگ کنجوسی کرتے ہیں بہت جلد قیامت کے دن اُس کا طوق بنا کر ان کے گلے میں پہنا دیا جائیگا (پ۴ ع ۹)۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بھی فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے مال سے زکوٰۃ نہیں دے گا اس کی گردن میں ایک سانپ طوق بنا کر پہنا دیا جائیگا جو اس کے دماغ کا گودا نکال نکال کر کھاتا رہیگا[1] حاصل یہ کہ جو لوگ حضرت امیرالمومنین کے شیعہ ہیں وہ اگر زکوٰۃ نہ دیں تو تعجب کی بات ہے۔ کیونکہ حضرتؑ تو واجبی زکوٰۃ کا کیا کہنا ہے جو زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی وہ بھی بہت دیتے اور کثرت سے خیرات اور صدقات میں اپنا مال خرچ کرتے تھے۔ آپ درود پڑھیں تو میں حضرت کی سخاوت کا حال بیان کروں اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ ایک بڑے صحابی بیان کرتے تھے کہ حضرت رسول خدا صلعم کا معمول تھا کہ جب کسی شخص کے جنازے پر تشریف لے جاتے تو اس کے اعمال کو نہیں پوچھتے بلکہ صرف یہ دریافت فرماتے کہ اس پر کسی کا قرض ہے یا نہیں۔ اگر کہا جاتا کہ اس پر قرض ہے تو اسکی نماز نہیں پڑھاتے۔ ایک دفعہ حضور ایک جنازے پر

[1] یہ سب حدیثیں وسائل الشیعہ جلد ۲ ـــــــ میں ہیں

جب تکبیر کے ارادے سے کھڑے ہوئے تو پوچھا اس پر کسی کا قرض تو نہیں ہے؟ لوگوں نے عرض کی کہ اس قدر دینا یعنی (اشرفیوں) کا قرض ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت خود تو بیٹھ گئے اور ان لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ اپنے عزیز کی نماز جنازہ خود ہی پڑھ لو۔ مگر جناب امیر علیہ السلام نے فوراً عرض کی کہ یا حضرت ان دیناروں (یعنی اشرفیوں کا) ادا کرنا میرے ذمہ ہے اب اس پر اس کا بار نہیں رہیگا۔ یہ سُنکر حضرتؐ اُٹھے اور اسکی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا اے علیؑ خدا تمہیں نیک جزا دے اور تمہیں بھی قرض سے آزاد رکھے جس طرح تم نے اپنے ایک اسلامی بھائی کو قرض سے آزاد کر دیا ہے [1] اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ ایک بہت بڑے عالم حضرتؑ کی سخاوت کا ذکر کرنے لگے تو کہا کہ حضرت علیؑ دنیا بھر کے لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور آپ صرف خدا کی خوشی کے لئے سخاوت کو اتنا دوست رکھتے تھے کہ جب کسی نے کوئی چیز مانگی تو حضرت نے اس سے "نہیں" کبھی بھی نہ کہا۔ حضرت کی یہ حالت تھی کہ مدینہ کے یہودیوں کے باغ میں مزدوری کرتے اور اپنے ہاتھ سے ان کے باغوں میں پانی پٹایا کرتے تھے یہاں تک کہ حضرتؑ کے ہاتھوں میں آبلے پڑجاتے تھے اور اس مزدوری کے پیسے بھی آپ خیرات کر دیتے تھے۔ اور اُس وقت خود حضرت کی یہ حالت ہوتی تھی کہ بھوک سے پیٹ پر پتھر باندھے رہتے تھے [2] بس حضرتؑ کی سخاوت کی حد ہوگئی

[1] سنن دار قطنی ص۔ [2] مطالب السؤل ص ۱۰۶ وغیرہ

کہ روپیہ اور اشرفی کا کیا ذکر ہے اپنی تلوار بھی مانگنے پر دے دیتے تھے۔ ایک بڑے عالم نے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کسی لڑائی میں ایک کافر سے لڑ رہے تھے۔ لڑتے لڑتے کافر نے کہا کہ یا علی آپ اپنی تلوار مجھے دیں۔ حضرتؑ نے فوراً اسکی طرف بڑھا دی۔ کافر نے تلوار ہاتھ میں لے کر کہا کہ آپ تلوار تو مجھے دے چکے۔ اب آپ مجھ سے کیسے بچ سکیں گے؟ جناب امیرؑ نے فرمایا جب تم نے بھیک کی طرح میرے سامنے ہاتھ بڑھایا تو میری مروت نے اجازت نہیں دی کہ سائل کا سوال رد کر دیا جائے اگرچہ وہ سائل کافر ہی کیوں نہ ہو۔ حضرتؑ کے اس جواب اور بخشش کا اُس کافر پر ایسا اثر ہوا کہ فوراً مسلمان ہو گیا [۱] اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ غرض جس صفت میں دیکھئے حضرت امیر المومنینؑ کی شان سب سے بڑھی ہوئی ملیگی۔ سخاوت۔ عبادت۔ شجاعت۔ عدالت۔ ایمان۔ علم ہر صفت میں آپ ہی سب مسلمانوں سے افضل تھے۔ اسی وجہ سے مشہور خلیفہ مامون رشید نے اپنے زمانہ کے بڑے زبردست چالیس علماء اہلسنت سے اس بات پر مناظرہ کیا کہ حضرت علی سب صحابہ سے افضل تھے۔ وہ چالیس علماء اپنے خلیفہ اول و دوم اور سوم کو افضل کہتے مگر جو دلیل بیان کرتے مامون اس کا جواب ایسا صاف دیتا کہ پھر ان کو چپ ہی ہو جانا پڑتا تھا اور وہ حضرت امیر المومنین کی افضلیت کی دلیلیں ایسی زبردست پیش کرتا کہ وہ چالیس علماء ان دلیلوں کے سامنے کچھ

[۱] طبقات کفوی

بول نہیں سکتے تھے۔ مامون نے اُن چالیس علماء سے کہا کہ یقیناً میرا مذہب یہ ہے کہ حضرت علیؑ حضرت رسولخداؐ کے بعد سب خلفاء سے افضل اور کل آدمیوں میں وہی خلافت کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔ ان علماء نے اسکی دلیل پوچھی۔ تو مامون نے بڑی زبردست لمبی تقریر کی سب کے بیان کا موقع نہیں۔ اسی میں اُس نے یہ بھی کہا کہ حضرت اول و دوم و سوم تینوں خلیفہ کی فضیلت میں جتنی حدیثیں ہیں وہ سب ملکر بھی حضرت علیؑ کی فضیلت کی حدیثوں سے کم ہیں جب فضیلتوں میں یہ تینوں مل کر بھی حضرت علیؑ کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو پھر ان کا کوئی ایک شخص حضرت علیؑ سے افضل کیسے ہو سکتا ہے۔ پھر مامون نے ثابت کیا کہ حضرت علیؑ ہی سب سے پہلے آنحضرتؐ پر ایمان لائے۔ کل لڑائیوں میں حضرت رسولخداؐ کی مدد سب سے زیادہ حضرتؑ ہی نے کی۔ پھر سورہ ہل اتیٰ کے اہلبیتؑ کی شان میں نازل ہونے سے حضرتؑ کی افضلیت ثابت کی۔ پھر حدیث طیر سے فضیلت دکھائی۔ اس پر ان علماء نے آیہ غار سے حضرت اول کی فضلیت دکھانی چاہی تو مامون نے اسکی ایسی دھجیاں اڑا دیں کہ ان علماء کو شرما ہی جانا پڑا۔ پھر حضرت امیر المومنینؑ کے شب ہجرت حضرت رسولخداؐ کی جگہ سو کر آنحضرتؐ کے بچانے کا واقعہ بیان کر کے حضرتؑ کی افضلیت مثل آفتاب روشن کر دی۔ اس کے بعد حدیث غدیر اور حدیث منزلت وغیرہ سے اپنے دعوے کو اچھی طرح ثابت کر دیا۔ صبح سے دوپہر تک یہ مناظرہ ہوتا رہا۔ خود اُسی

مذہب کے بڑے عالم نے لکھا ہے کہ "مامون کا ایک مشہور مناظرہ جس میں اس کا یہ دعویٰ تھا کہ تمام صحابہ میں حضرت علیؑ افضل ہیں۔ بڑے معرکہ کا مناظرہ ہے۔ قاضی یحییٰ ابن اکثم اور چالیس بڑے بڑے فقیہ اس دعوے کے مخالف تھے۔ ادھر مامون تنہا سب کا طرف مقابل تھا۔ مناظرہ کے وقت حاکمی و محکومی کا پردہ اٹھا دیا گیا تھا اور ہر شخص کو گفتگو میں پوری آزادی حاصل تھی۔ صبح سے قریباً دوپہر تک دونوں فریق نے داد سخن دی مگر انصاف یہ ہے کہ میدان مامون کے ہاتھ رہا۔ یہ پورا مناظرہ کتاب العقد میں مذکور ہے اور حق یہ ہے کہ وہ مامون کی وسعت نظر۔ جودتِ ذہن۔ کثرت معلومات حُسنِ بیان اور زورِ تقریر کا ایک حیرت انگیز مرقع ہے"[۱]

مگر افسوس دنیا ایسی بُری چیز ہے کہ اس کی حکومت کے لئے اسی خلیفہ مامون نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو قتل کرنے کی غرض سے مدینہ سے خراسان میں بُلا بھیجا۔ جب حضرتؑ مجبور ہو کر جانے پر آمادہ ہوئے تو آپ کی بہن جناب فاطمہ کی عجیب حالت ہوئی۔ شاعر نے لکھا ہے کہ وہ حضرتؑ سے فرماتی تھیں ؎

اس گھر سے نہ جاؤ کہ میں گھبراؤں گی بھائی
تم کو جو نہ دیکھوں گی تو مر جاؤں گی بھائی

کیونکر دلِ ناشاد کو بہلاؤں گی بھائی
موت آئی تو کس سے تمہیں بلواؤں گی بھائی

حضرت نے کہا کیا کروں چارا نہیں خواہر
میں جاؤں یہاں یہ بھی گوارا نہیں خواہر

کیا شاق مجھے ہجر تمہارا نہیں خواہر
پر خواہش تقدیر سے چارہ نہیں خواہر

[۱] مضمون شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نعمانی۔ از کتاب المامون صفحہ ۱۹۹

جانے میں گر کوئی عذر تو حق سے ڈرینگے | ظالم اسی حیلے میں مجھے قتل کرینگے

شاعر نے لکھا ہے کہ یہ سنکر آپ کی بہن کے آنسو نکل پڑے۔
مایوسی کی حالت میں فرمایا ؎

جانے ہی کا ہے قصد جو ذی جاہ برادر | اچھا مجھے لیتے چلو ہمراہ برادر
فرمانے لگا رو کے وہ کونین کا مخدوم | سب حال حسینؑ ابن علیؑ کو نہیں معلوم
ناموس کو وہ لیکے گئے ساتھ تھے معصوم | اب مجکو ملے زہر دیا قتل ہوں مظلوم
کوئی مرے آرام کا طالب نہیں خواہر | لیجاؤں تمہیں ساتھ مناسب نہیں خواہر
گویا ہوئیں جسدم یہ سنی درد کی تقریر | کیا واں بھی اسیطرح سے پیش آئینگے بے پیر
دھیان آپکو ہی کہ نہ بے پردہ ہو ہمشیر | قسمت میں اسیری ہے تو جو خواہش تقدیر
ہے فکر کہ محبوس نہ میں زار حزیں ہوں | کچھ حضرت زینب سے زیادہ تو نہیں ہوں

غرض حضرت باصد رنج و افسوس دولت خانہ سے رخصت ہو کر اہلبیت کو سمجھا کر باہر تشریف لائے۔ اور اصحاب باوفا کا مجمع در دولت پر دیکھکر سب سے کلمات رخصت فرمانے لگے ؎

تم لوگوں سے رخصت ہے غریب الغربا کی | لو دیتے ہیں ہم تمکو حفاظت میں خدا کی

سب نے عرض کی اے مولا خدا حافظ ہے۔ بس اُس وقت احباب سے رخصت ہوئے ؎

اے ماتمیو مالک ایمان کا سفر ہے | ویراں ہی مدینہ شہ ذیشاں کا سفر ہے
ہے کوچ گرفتار بلا ہوتے ہیں آقا | اب قبر محمدؐ سے جدا ہوتے ہیں آقا
ہلتی ہے ضریح لحد احمدؐ مختار | سر پیٹتے ہیں اہل مدینہ سر بازار
تاثیر غم ہادیٔ ہشتم ہے نمودار | سینوں میں تڑپ جاتے ہیں دل شیعوں کے ہر بار
فریاد جگر تر سے چھائیں گے رضا کا | ماتم میں ہے غل ہائے غریب الغربا کا

غرض جب حضرت خراسان میں پہونچے اور مامون نے آپکو زہر سے شہید کر دیا۔ تو حضرت فاطمہ مدینہ سے خراسان روانہ ہوئیں کیونکہ وہاں حضرتؑ کی خبر اُن کو نہیں ملی۔ بھائی کی جُدائی برداشت نہ کر سکیں۔ آہ آہ مگر لکھا ہے کہ جب آپ قُم میں پہونچیں تو دیکھا کہ تمام شہر سیاہ پوش ہے۔ ہر گھر سے آواز نوحہ و ماتم بلند ہے۔ یہ دیکھکر آپ نے بعض لوگوں سے دریافت فرمایا کہ یہ کس رئیس کا ماتم ہے۔ لوگوں نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور رونے لگے۔ اُس وقت جناب معصومہ نہایت پریشان ہوئیں اور اپنے حق کی قسم دیکر پوچھنے لگیں کہ جلد بیان کرو کہ کس سردار کا ماتم ہے۔ اُس وقت لوگوں نے گزارش کیا کہ اے مخدومۂ قُم ہم لوگ بے امام ہو گئے۔ آپ کے بھائی کو مامون رشید نے زہر سے شہید کیا۔ جس وقت سے ہم لوگوں نے یہ خبر وحشت اثر سُنی ہر ایک نے اپنے گھر میں صف ماتم بچھا کر گریہ وزاری شروع کی۔ یہ حال سُنکر جناب معصومہ اس قدر روئیں کہ روتے روتے غش آگیا اور بستر ہوئیں روز اس دار ناپائدار سے کوچ کیا اور قُم ہی میں دفن کی گئیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو قُم کی عورتوں نے آپ کو غسل دیا اور کفن پہنایا۔ پھر جب قُم کے مومنین جنازہ کو قبرستان میں لے گئے اور لاش کو ایک سرداب کے اوپر جس کو انکی قبر کے لئے کھود رکھا تھا رکھا تو اس بات میں اختلاف ہوا کہ کون شخص لاش کو قبر کے اندر اُتارے۔ سوچتے سوچتے ایک نہیت بوڑھے اور نہایت مقدس بزرگ کے بارے میں رائے ہوئی کہ وہی اس لاش کو اُتار کر قبر میں رکھدیں۔ یہ طے کرکے لوگوں نے

اُن کے بلانے کو آدمی بھیجا۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ جنگل کی طرف سے نقاب مُنہ پر ڈالے ہوئے دو سوار آئے اور جب اس جنازے کے پاس پہونچے تو اپنی سواریوں پر سے اُتر پڑے اور جناب معصومہ کے جنازے کی نماز پڑھی۔ پھر اُس سرداب میں اُتر کر لاش کو قبر کے اندر رکھ دیا اور دفن کر کے باہر نکل آئے۔ پھر جدھر سے آئے تھے سوار ہو کر چلے گئے۔ کسی سے ایک لفظ بھی نہ بولے[۱]

بی بی جناب فاطمہ کو اپنے بھائی امام رضاؑ کی شہادت کا بڑا صدمہ ہوا مگر خود تو بے پردہ نہیں پھرائی گئیں۔ قید نہیں ہوئیں۔ لیکن آہ آہ امام حسینؑ کے اہل بیتؑ پر حضرتؑ کی شہادت کے بعد بھی کیسی کیسی مصیبت پڑی۔ لوٹے گئے۔ شہر شہر اور گاؤں گاؤں پھرائے گئے پھر قید کئے گئے۔ شاعر نے لکھا ہے ؎

دن گزرے بہت قید میں جب اہل حرم کو — چھوڑا نہ ستمگر نے اسیرانِ ستم کو
کیا رنج تھے ناموسِ شہنشاہِ امم کو — سب کی یہ دعا تھی کہ خدا موت دے ہم کو
ناشاد ہیں ایسے کہ کبھی شاد نہ ہوں گے — زنداں سے یقیں ہے کہ ہم آزاد نہ ہوں گے
بے وارث و بے کس ہیں ہیں کون چھڑا دے — کیوں کوئی اسیروں کی خبر پوچھنے آوے
پروا ہے کسے بچوں کو پانی جو پلا دے — کس کو ہے پڑی دکھ زدوں پر رحم جو کھاوے
جو تشنہ دہن قتل کریں ابن علی کو — زنداں شدہ کب چھوڑیں گے ناموس نبی کو
روتے ہیں تو رونا ہمیں ملتا نہیں اک دم — جو چاہتے ہیں آن کے کہہ جاتے ہیں ظالم
وہ روئیں کس طرح جو ہوں صاحب ماتم — زنداں میں پھنسے لٹ گئے برباد ہوئے ہم
افسوس ہے یہ دفن و کفن میں بھی نہ پہونچے — وارث بھی چھٹے ہم وطن میں بھی نہ پہونچے
چھٹنے کی یہاں کوئی ہماری نہیں تدبیر — واں دھوپ میں جلتا ہی پڑا لاشۂ شبیر

[۱] بحار جلد ۱۱ صفحہ ۳۱۷

کرتے نہ مقید ہمیں گر ظالم بے پیر
بے دفن و کفن رہتی تن لاشِ شہ دلگیر

جو دامنِ زہرا و پیمبر میں پلا ہو
وہ جلتی ہوئی ریت پہ صحرا میں پڑا ہو

جبرئیل امیں نے جسے جھولے میں جھلایا
اُس شاہ نے گور و کفن اب تک نہیں پایا

رن میں تنِ بے سر رہا سر شام میں آیا
نیزے پہ اُسے شہر کی گلیوں میں پھرایا

کس طرح زیارت کریں زنداں سے نکل کے
لٹکایا ہے دروازے پہ ظالم نے محل کے

کیا قہر ہے ہیں شہر میں اور جا نہیں سکتے
حال اپنا سرِ شاہ کو دکھلا نہیں سکتے

اُس در کے قریب آپ کو پہونچا نہیں سکتے
بے بس ہیں سرِ ابن علی لا نہیں سکتے

تا آخرِ شب سنتی ہیں نالوں کو نبیؐ کے
آتی ہے صدا رونے کی زہراؑ و علیؑ کے

یہ کہتے تھے اور روتے تھے ناموسِ پیمبر
تھا فرش فقط خاک کا بالیں تھا نہ بستر

بچوں کو نہ کھانا تھا نہ پانی تھا میسّر
سایہ بھی نہ تھا دھوپ میں سب جلتے تھے دن کو

سرِ شام مصیبت تھی غریب الوطنی میں
ہو جاتی تھی رانڈوں کو سحر سینہ زنی میں

کاہیدہ بدن ہو گئے تھے قیدِ ستم سے
طاقت کسی بی بی میں نہ تھی رنج و الم سے

غش آتا تھا سجادِ حزیں کو تپِ غم سے
رخساروں پہ آنسو تھے رواں دیدۂ نم سے

اُٹھ بیٹھے تو افسوس سے رو رو کے ملے ہاتھ
لیٹے تو دھرا تکیہ کی جا سر کے تلے ہاتھ

اُٹھنے نہ دیا طوق نے گر سر کو جھکایا
پہروں سرِ زانو سے نہ گردن کو اُٹھایا

ہوش آیا تو بیوؤں کو قریب اپنے بلایا
منہ چوم کے چھاتی سے سکینہ کو لگایا

نزدیک ہلاکت تھی جو دوریِ پدر سے
گہ ایک طرف دیکھ کے کی آہ جگر سے

تھی بھوک سے اور پیاس سے ازبسکہ نقاہت
پہچانی نہ جاتی تھی کسی بی بی کی صورت

چھپکے در و دیوار کو تکتے تھے بہ حسرت
زائل ہوئی تھی رانڈوں سے رونے کی بھی طاقت

کچھ فرش نہ تھا خاک میں سب قیدی اَٹے تھے
سیتے تھے کبھو اور گریباں بھی پھٹے تھے

ستائیسویں مجلس ۲۷

۱۹ صفر کی جس میں خمس کا حکم لکھا۔ اہلبیتؑ کے حق کا ذکر کیا۔ ایک بڑے بادشاہ کے بیٹے کے سخت بیمار ہونے اور اہلبیتؑ اور بارہ اماموں کے توسّل سے اچھے ہونے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور آخر میں جناب سکینہؑ کا شام میں خواب دیکھنا تحریر کیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم خدا فرماتا ہے۔ وَاعْلَمُوا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ یعنی جان رکھو کہ جو کچھ مال (تم لڑ کر) لو تو اس کا پانچواں حصہ خاص خدا اور رسولؐ اور رسولؐ کے قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور پردیسیوں کا ہے ؏ جاننا چاہیئے کہ جس طرح مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے مال سے زکوٰۃ نکالیں اسی طرح خمس نکالنا بھی واجب ہے۔ اسی وجہ سے فروع دین میں خمس بھی رکھا گیا ہے۔ خمس یعنی مال کا پانچواں حصہ سات چیزوں سے نکالا جاتا ہے (۱) کافروں سے لڑائی میں جو مال لوٹ کا ملے (۲) کان (زمین کے اندر) سے جو چیز نکالی جائے۔ جیسے سونا۔ تانبا۔ یاقوت وغیرہ (۳) جو چیز دریا سے نکالی جائے جیسے موتی، مونگا وغیرہ۔ (۴) جب حلال مال کسی حرام مال میں اس طرح مل جائے کہ حرام کا پتا نہ ملے کہ کتنا ہے تو اس پورے مال سے پانچواں حصہ نکال دینا چاہیئے (۵) وہ زمین جس کو کافر ذمی[1] کسی مسلمان سے خریدے (۶) وہ خزانہ جو کافروں کے شہر

[1] جو کافر دارالاسلام میں امن سے رہتے ہیں اور جزیہ دیتے ہیں انکو ذمی کہتے ہیں اسلئے کہ وہ مسلمانوں کے عہد اور امان میں آگئے ہیں ۱۲

سورۂ انفال

میں زمین میں گڑا ہوا ملے (۷) جو منافع کہ تجارت ۔ یا زراعت یا صنعت و حرفت وغیرہ سے حاصل ہوں اگر وہ منافع اس شخص کے مال کے اخراجات سے زیادہ ہوں تو واجب ہے کہ جو خرچ سے زیادہ بچے اس کا پانچواں حصہ نکال دیں ۔ جیسے کسی شخص کو تجارت سے سال بھر میں سو روپیہ ملے اور اس کے سال بھر کا خرچ اسکی حالت کے لائق ساٹھ روپیہ ہوتے ہیں تو واجب ہے کہ چالیس روپیہ سے پانچواں حصہ یعنی آٹھ روپیہ نکال دے ۔ خمس کے مال کا دو حصہ کیا جائے گا ۔ ایک حصہ تو خاص حضرت امام صاحب الزمانؑ علیہ السلام کا حق ہے اس کو واجب ہے کہ بڑے مجتہد کے پاس پہونچائیں ۔ اور دوسرا حصہ اُن سادات کو دینا چاہیئے جو یتیم ۔ مسکین اور ایسے مسافر ہوں کہ سفر کی حالت میں دوسرے شہر یا دیہات میں بیکار پڑے ہوں ۔ مگر احوط یہ ہے کہ اس حصہ کو بھی بڑے مجتہد کے پاس بھیج دیں کیونکہ وہ اسکے مستحق کو اچھی طرح پہچان سکتے ہیں ۔

مسلمانوں کے بڑے بڑے عالموں نے خمس کے بارے میں ایسی ایسی حدیثیں لکھی ہیں جن سے بہت دلچسپ باتیں معلوم ہوتی ہیں جیسے یہ حدیث کہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے تھے کہ خدا نے اپنے رسولؐ پر صدقہ کو حرام کر دیا تھا اور اس کے بدلے میں حضرت کے لئے خمس مقرر فرمایا ۔ اور صدقہ کو خدا نے حضرتؐ کے اہلبیت پر بھی حرام کر دیا تھا ۔ اسی وجہ سے رسولؐ کے ساتھ حضرتؐ کے اہلبیت کا حصہ بھی خمس میں مقرر کر دیا ۔ باقی کل امت کے لئے صدقہ

کو حلال کیا کہ وہ کھا سکتے ہیں خود حضرت رسولخدا صلعم فرماتے تھے کہ تم لوگ اپنے مال سے جو صدقہ نکالتے ہو وہ تمہارے ہاتھوں کا میل ہے۔ میں اس کو پسند نہیں کرتا اور مجھے اسکی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ خدا نے اس کے بدلے میرے لئے خمس مقرر کردیا ہے ۔ یہی حکم حضرتؐ کے اہلبیتؑ کا بھی ہے ۔ ایک بڑے صحابی بیان کرتے تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم کی اولاد کے لئے صدقہ حلال نہیں تھا اس وجہ سے (رسولؐ کے ساتھ) اُن کے لئے بھی خمس کے مال میں حصہ مقرر کردیا گیا ۔ اور ایک دوسرے بڑے صحابی بیان کرتے تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم کی وہ اولاد جن کو خمس کے مال میں حصہ دیا گیا ہے وہ لوگ ہیں جو حضرت علیؑ کی نسل سے (سادات) ہیں ۔ اور اس آیۃ میں جو خدا نے فرمایا ہے کہ خمس کا مال رسولؐ کے لئے ہے اور قرابت داروں کے لئے ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم کی قرابت والوں کا حصہ اسمیں ہے اور وہ قرابت مند حضرت کی اولاد (سادات) ہی ہیں ۔ اسی طرح حضرت رسولخدا صلعم کے زمانہ میں خمس کا مال تقسیم کیا جاتا تھا مگر جب حضرتؐ کا انتقال ہو گیا تو حضرت اول نے آنحضرتؐ کی اولاد کا حصہ روک دیا اور ان کو محروم کر کے وہ مال دوسرے دوسرے لوگوں کو دینے لگے ۔ ایک دفعہ کسی شخص نے خود حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے پوچھا کہ بتایئے آنحضرتؐ کے بعد حضرت اول و دوم آپ لوگوں کے حصہ کے بارے میں کیا کرتے تھے ۔ تو حضرتؑ نے فرمایا کہ پہلے صاحب کے زمانہ میں تو خمس تھا ہی نہیں ۔ اُٹھا دیا گیا تھا

مگر دوسرے صاحب خمس کا مال تقسیم کیا کرتے تھے لہ
حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ خمس کا مال کھا جاتے ہیں اُن کے لئے بڑا سخت عذاب ہوگا۔ اس لئے کہ یہ حضرت رسولخداؐ اور حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام کا خاص حق ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ خدا نے جب ہم لوگوں پر صدقہ حرام کیا تو ہمارا حق خمس مقرر کیا۔ لہذا صدقہ ہم پر حرام اور خمس ہمارے لئے واجب ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے تھے کہ کسی شخص کے لئے حلال نہیں ہے کہ خمس میں سے کوئی چیز خریدے جب تک پورا خمس ہم تک نہ پہونچ جائے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ جناب رسولخدا صلعم نے حضرت علیؑ سے جو وصیتیں کیں اُن میں یہ بھی فرمایا تھا کہ اے علیؑ (ہمارے دادا) جناب عبدالمطلب نے زمانہ جاہلیۃ میں جن پانچ باتوں کو ایجاد کیا تھا خدا نے اسلام میں بھی ان سب کو باقی رکھا۔ ان باتوں میں یہ بھی ہے کہ جناب عبدالمطلب نے ایک خزانہ زمین میں پایا تو اس سے خمس نکال کر فقیروں مسکینوں میں تقسیم کردیا۔ اس کو خدا نے اب بھی جاری رکھا کہ قرآن میں فرمایا جو مال تم کو غنیمت کے طور پر ملے اس سے خمس دے دیا کرو۔ اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب عبدالمطلب نے اسلام کے پہلے جو پانچ باتیں ایجاد کی تھیں وہ یہ ہیں کہ اُس وقت لوگ اپنے باپ کے

لہ یہ کل حدیثیں تفسیر درمنثور جلد ۳ صفحہ ۱۸۶ میں موجود ہیں۔ ۱۲

مرنے پر اپنی سوتیلی ماؤں سے شادی کر لیتے تھے! انھوں نے اس کو
حرام کردیا۔ اور ایک شخص کے خون کا بدلہ سو اونٹ خون بہا قرار دیا۔
خانہ کعبہ کا طواف سات مرتبہ کیا۔ ایک خزانہ پایا تو اس سے
خمس نکال دیا اور جب چاہ زمزم کو کھودا تو اس سے حاجیوں کو سیراب
کیا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ جو شخص مال غنیمت
پائے یا تجارت وغیرہ کرے تو اس میں سے خمس ضرور نکالے۔ قیامت
کے دن خمس کا مستحق خدا سے فریاد کرے گا کہ اے اللہ ان
لوگوں سے دریافت کر کہ کس وجہ سے ان لوگوں نے ہمارا حق اپنے
لئے حلال کر لیا (اور ہم کو اس سے محروم رکھا) حضرت امام رضا
علیہ السلام نے ایک بڑی حدیث بیان فرمائی جس میں قرآن مجید
سے ثابت کیا کہ اللہ و رسولؐ و اہلبیتؑ کے لئے خمس ہے اور ان
لوگوں کے لئے صدقہ نہیں ہے۔ فرمایا کہ دیکھو خدا نے فرمایا ہے کہ
تم جو مال غنیمت پاؤ اس میں سے خمس اللہ۔ رسولؐ اور انکے قرابتدوں
کے لئے ہے۔ اس میں خدا نے پہلے اپنا حق بتایا پھر رسولؐ کا پھر
اہلبیتؑ کا۔ پس خدا نے جس چیز کو اپنے لئے پسند کیا اس کو اپنے
رسولؐ اور حضرتؐ کے اہلبیتؑ کے لئے بھی پسند کیا۔ لیکن جب صدقہ
کا بیان آیا تو اس سے خدا نے اپنی ذات کو بھی الگ رکھا۔ اپنے
رسولؐ کو بھی بچایا اور حضرتؐ کے اہلبیتؑ کو بھی الگ کر دیا چنانچہ
فرمایا اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ یعنی صدقہ تو صرف
فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہے ع ۵ پس جب خدا نے صدقہ سے
اپنی ذات کو بلند سمجھا اور اسی طرح اپنے رسولؐ اور حضرتؐ کے

اہلبیت کے لئے بھی اس کو قابل نفرت جانا بلکہ ان حضرات پر
صدقہ کو حرام کردیا تو اب یہ ان لوگوں کے لئے جائز نہیں ہو سکتا
(بس خمس ان حضرات کا حق رہیگا) [۱] اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ
بی بیو سُنا آپ نے کہ اہلبیت کا یہ درجہ ہے کہ خدا جس بات کو
اپنے لئے اچھی خیال کرتا ہے وہی ان حضراتؑ کے لئے بھی۔ اور
جس بات کو اپنے لئے بُری جانتا ہے اُس کو ان حضرات کی شان
کے خلاف بھی سمجھتا ہے۔ صرف صدقہ اور خمس ہی نہیں بلکہ ہر چیز
میں۔ اسی وجہ سے دنیا میں بہت سے لوگ حضرت علیؑ کو معاذاللہ
خدا سمجھنے لگے جو بالکل غلط ہے۔ یہ لوگ خدا نہیں ہیں مگر خدا کے
ہاں رسولؐ کے بعد سب سے زیادہ عزت انھیں حضراتؑ کی ہے۔
کہ یہ لوگ جو چاہتے ہیں خدا اس کو ضرور پورا کردیتا ہے بلکہ ان کے
واسطے سے دوسرے لوگ جو بات چاہتے ہیں ہوجاتی ہے
بڑی بڑی مصیبتوں میں انکا واسطہ دیکر دعا کی جاتی ہے تو فوراً
وہ مصیبت ہٹ جاتی ہے۔ بڑی بڑی پریشانی میں ان کے توسّل
سے دعا کی جاتی ہے اور نہایت آسانی سے وہ حاجت پوری ہو جاتی
اور وہ کام انجام پاجاتا ہے۔ آپ درود پڑھیں تو میں ایک بہت
دلچسپ اور بالکل تاریخی واقعہ بیان کروں۔ اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ
جب مسلمانوں نے شروع دکن پر حملہ کیا تو اس طرف مسلمانوں
کی کئی بادشاہتیں قائم ہو گئیں۔ ان میں ایک حکومت احمد نگر
کی بھی جہاں نظام شاہی خاندان سلطنت کرتا تھا۔ اس خاندان

---

[۱] یہ کل حدیثیں وسائل الشیعہ جلد ۲ صـ۱۱۹ سے صـ۱۲۳ تک میں بکثرت ہیں۔ ۱۲

کا دوسرا بادشاہ برہان نظام شاہ گزرا ہے جس نے سنہ ۹۱۴ھ ۱۵۰۸ء سے سنہ ۹۶۱ھ ۱۵۶۵ء تک حکومت کی ہے۔ اس کا ایک نہایت پیارا بیٹا جس کا نام عبدالقادر تھا بخار میں سخت بیمار پڑا۔ بہت کچھ علاج کیا گیا مگر کسی طرح اچھا نہیں ہوا۔ بخار تیز ہوتا اور چڑھ چڑھتا گیا۔ تمام حکیموں ویدوں کی دوا کی گئی مگر سب بیکار ہوئی۔ تب اس نے دعا تعویذ عمل کے ذریعہ سے کوشش کی اس سے بھی کوئی نفع نہیں ہوا۔ برہمنوں پنڈتوں کے بت خانوں میں خیرات اور صدقے بھجوائے مسلمانوں اور ہندوؤں سب سے دعا کرائی۔ ہر طرح کا جھاڑ پھونک کیا گیا۔ مگر کسی بات کا کوئی نتیجہ ظاہر نہیں ہوا۔ بیٹے کی بیماری خطرناک اور اس کی حالت نہایت نازک ہوگئی۔ صحت کی امید جاتی رہی۔ زندگی کی آس ختم ہونے لگی۔ بادشاہ اور اس کا گھر بھر نہایت بدحواس ہوا۔ اور اب کوئی تدبیر باقی نہیں رہی۔ اس کے بعد کیا ہوا۔ آپ درود پڑھیں تو میں بیان کروں اللھم صل علی محمد و آل محمد۔ اس زمانہ میں بادشاہ کے ہاں ایک بڑے مقدس عالم سید جن کا نام شاہ طاہر تھا ایران سے آئے تھے اور بادشاہ کی خدمت میں تقیہ کی حالت میں بسر کرتے تھے۔ انھوں نے بادشاہ سے عرض کی کہ حضور! شاہزادے کی شفا کے بارے میں بندہ نے ایک تدبیر سوچی ہے اگر جان کی امان پاؤں تو عرض کروں۔ بادشاہ نے اصرار کیا تو شاہ طاہر نے جرأت کر کے کہا کہ حضور نذر مانیں اور عہد کریں کہ اگر شاہزادے آج رات کو اچھے ہو جائیں گے تو حضرات ائمہ معصومین کی اولاد کی خدمت میں حضور بہت سے نذرانے پیش کریں گے۔ برہان نظام

شاہ نے کہا ائمہ معصومین یعنی بارہ امام کون ہیں۔ شاہ طاہر نے بارہ اماموں کے نام ولدیت کے ساتھ (حضرت علیؑ سے امام مہدیؑ تک) بتائے۔ برہان نظام شاہ نے کہا کہ جب میں بت خانوں میں نذریں گزران چکا تو کیا حضرت علی مرتضیٰؑ اور بی بی فاطمہؑ کے فرزندوں کے نام لوازم نذر بجا نہیں لاؤں گا؟ شاہ طاہر نے کہا بس تو آج جمعہ کی رات ہے حضور نذر کریں کہ اگر خدائے رحیم حضرت پیغمبر آخر الزمان اور بارہ امام علیہم السلام کے قرب و منزلت کی برکت سے آج رات کو شہزادہ عبد القادر کو اچھا کردے تو حضور بارہ امام کا خطبہ پڑھوا کر ان کے مذہب کے پھیلانے میں کوشش فرمائیں گے برہان نظام شاہ کو تو اب اپنے بیٹے کے بچنے کی ذرہ برابر بھی امید باقی نہیں تھی بلکہ اس کی زندگی سے بالکل نا امید ہوگیا تھا۔ مگر شاہ طاہر کی یہ بات سن کر وہ بہت خوش ہوا اور اسی وقت شاہ طاہر کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر عہد و پیمان بجالایا کہ ان باتوں کو ضرور پورا کروں گا۔ وہ دن تو انھیں باتوں میں گزرا۔ رات کو بادشاہ شہزادے کے پلنگ کی پٹی سے لگا بیٹھا رہا۔ شاہزادے کی بیماری بڑھتی جاتی تھی۔ بخار تیز ہوتا جاتا تھا۔ بے چینی زیادہ تھی۔ اس کو لحاف اڑھانے کی کوشش کی جاتی تھی مگر وہ بے چینی سے ہاتھ پاؤں مار کر لحاف کو پھینک دیتا تھا۔ آخر تھک کر لوگوں نے لحاف الگ کر دیا اور بادشاہ نے مایوسی سے کہا کہ اب اس کو اسی حال میں چھوڑ دو۔ بیچارہ اسی رات کا مہمان معلوم ہوتا ہے تھوڑی دیر اور اس کو دنیا کی ہوا کھا لینے دو۔ اور خود اسی طرح پٹی سے لگا بیٹھا رہا

صبح ہوتے وقت اسی طرح پٹی پر سر رکھکر سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک بزرگوار نورانی صورت اُس کے سامنے آئے اور اُن بزرگ کے داہنے بائیں بارہ بزرگ اور ہیں۔ برہان نظام شاہ نے استقبال کیا اور با ادب سے کھڑا ہو گیا۔ تب ان میں سے ایک بزرگ نے فرمایا کہ اے بادشاہ تو ان بزرگوار کو جانتا ہے کہ کون ہیں؟ یہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ہیں۔ اور یہ بزرگوار جو حضرت کے داہنے بائیں ہیں بارہ امام ہیں۔ اسی درمیان میں حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا اے برہان حق سبحانہٗ تعالیٰ نے علیؑ اور اُن کے فرزندوں کی برکت سے عبدالقادر کو اچھا کر دیا۔ اب تم کو لازم ہے کہ میرے فرزند طاہر کے کہنے کے خلاف نہ کرنا۔ یہ خواب دیکھ کر برہان نظام شاہ بہت خوش بشاش بیدار ہوا دیکھا کہ شہزادے عبدالقادر پر لحاف پڑا ہوا ہے اور اُس کی دایہ اور ماں سے جو برابر جاگتی رہتی تھیں معلوم ہوا کہ کسی نے اس کو لحاف اُڑھایا نہیں بلکہ اسی وقت لحاف خود بخود حرکت کر کے عبدالقادر پر جا پڑا ہے۔ بادشاہ نے ہاتھ لحاف کے اندر لے جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ عبدالقادر بالکل اچھا ہو گیا اور آرام کی نیند سوتا ہے۔ پھر کیا تھا بادشاہ کے لئے عید ہو گئی۔ اسکے بعد برہان نظام شاہ نے اپنے وعدے کو پورا کیا۔ مذہب شیعہ اختیار کر لیا اور خطبہ میں بارہ امام کا نام جاری کرایا۔ اس واقعہ کو ہندوستان کے سب سے زیادہ معتبر مورخ فرشتہ نے اپنی مشہور کتاب تاریخ فرشتہ میں بھی لکھا ہے۔ یہ لکھ کر وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ توران و ایران کے

مورخین کا اتفاق ہے کہ غازان خاں بادشاہ نے مسلمان ہونے کے بعد دو مرتبہ حضرت رسولخدا صلعم کو خواب میں دیکھا۔ ہر دفعہ حضرت امیرالمومنینؑ بھی حضرتؐ کے ساتھ تھے۔ دونوں دفعہ آنحضرت صلعم نے اپنی عترت کی تعریف کی اور بادشاہ سے فرمایا کہ تجھے لازم ہے کہ میرے اہلبیتؑ کے ساتھ عقیدت جاری رکھے اور انھیں کی پیروی کرے اور ان کی عزت و تعظیم کرے۔ اسی سبب سے غازان خاں نے اہلبیتؑ کی محبت اپنے صفحۂ دل پر نقش کی اور کربلائے معلے و نجف اشرف کے سادات کی عزت کرتا اور شیعہ مذہب کے لوگوں کو مقرب درگاہ کرکے بڑے بڑے منصب دیتا۔ اس کے بعد صاحب تاریخ فرشتہ لکھتے ہیں کہ میں حیرت میں ہوں کہ اگر شیعہ مذہب حق ہے تو دوسرے مذہبوں کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اور اگر دوسرا مذہب حق ہے تو حضرت رسولخدا صلعم نے اتنے بادشاہوں کو خواب میں شیعہ مذہب ہی کے پھیلانے کا حکم کیوں دیا۔ اس کے بعد صاحب تاریخ فرشتہ نے دعا کی ہے کہ اے اللہ ہم لوگوں اور ہماری قوم کو حق کی راہ چلا کہ تو ہی بہترین ہدایت کرنے والا ہے۔ اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ برہان نظام شاہ کے لڑکے کا بیمار ہونا اور بادشاہ کے نذر کرنے پر حضرت رسولخدا صلعم و ائمہ طاہرینؑ کو خواب دیکھنا اس کے بعد شہزادے کا اچھا ہونا ایسا مشہور واقعہ ہے کہ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اتنے بڑے عالم نے بھی اس کو صحیح مانا اور اپنی کتاب فتاوے عزیزی میں اسکو درج کردیا ہے جس کے بعد کسی شخص کو اس کے بارے میں ذرہ برابر

شک و شبہ ہو ہی نہیں سکتا ہے [۱] اللھم صل علے محمدؐ و آل محمدؐ۔
بی بیو! خواب سے دنیا میں بڑے بڑے انقلابات ہوئے ہیں ایک اور خواب بیان کرتی ہوں۔ آپ اپنا کلیجہ سنبھال لیں جب حضرات اہلبیت شام میں یزید کے ہاں قید میں تھے۔ ایک روز یزید نے ان حضرات کو اپنے دربار میں بلایا تو جناب سکینہؑ نے فرمایا اے یزید رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے اگر تو سنے تو میں بیان کروں اس نے کہا بتاؤ کیا دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا رات کو نماز اور بہت سی دعائیں پڑھنے کے بعد جب میں روتے روتے تھک گئی اور میری آنکھ لگ گئی تو دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور آسمان سے زمین تک بہت روشن نور چمک رہا ہے۔ اتنے میں بہشت کے بہت سے نوکر و غلام نکلتے ہوئے آئے۔ ایک خوب شاداب باغ نظر پڑا۔ اس باغ میں ایک اعلےٰ درجہ کا محل تھا۔ اس کے بعد کیا دیکھتی ہوں کہ پانچ بڑے مقدس بزرگ اس محل میں داخل ہو رہے ہیں اور ان سب کے پاس بھی ایک غلام موجود ہے۔ میں نے اس غلام سے پوچھا کہ بھائی بتاؤ تو یہ محل کس بزرگ کا ہے۔ اس نے کہا آپ کے والد امام حسین علیہ السلام کا قصر ہے۔ حضرتؑ نے اپنی مصیبتوں پر جو صبر کیا اس کے عوض خدا نے اسے حضرتؑ کو مرحمت فرمایا ہے۔ تب میں نے پوچھا اور یہ مقدس پانچ بزرگ کون ہیں جو اس میں داخل ہو رہے تھے؟ اس نے کہا پہلے حضرت آدمؑ دوسرے حضرت نوحؑ تیسرے حضرت

[۱] فتاویٰ عزیزی مطبوعہ دہلی ص۳۳

ابراہیمؑ چوتھے حضرت موسیٰؑ ہیں۔ میں نے پوچھا اور ان حضرات کے درمیان وہ پانچویں بزرگ کون ہیں جو اتنے مصیبت زدہ معلوم ہوتے ہیں کہ اپنی ڈاڑھی پکڑے ہوئے روتے ہیں۔ اس نے کہا اے سکینہ کیا آپ حضرت کو نہیں پہچانتی ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا آپ کے دادا حضرت رسول خدا صلعم ہیں میں نے کہا اور یہ لوگ جاتے کہاں ہیں۔ اس نے کہا آپ کے اباجان امام حسینؑ کے پاس۔ میں نے کہا خدا کی قسم میں اپنے داداجان کے پاس ضرور جاؤں گی اور جو جو ظلم ہم لوگوں پر کئے گئے ان سب کی شکایت میں حضرت سے کروں گی۔ میں نے چاہا کہ حضرت کے پاس پہونچوں مگر حضرت آگے بڑھ گئے اور میں حضرت تک نہیں پہونچ سکی۔ میں اسی افسوس اور فکر میں تھی کہ اتنے میں میرے دادا حضرت علیؑ نظر آئے جو ہاتھ میں تلوار لئے کھڑے تھے میں نے حضرتؑ سے پکار کر کہا اے دادا خدا کی قسم آپ کے بعد آپکے فرزند قتل کر دیئے گئے۔ یہ سنکر حضرت بہت روئے۔ مجھے اپنے سینے سے لپٹا لیا اور فرمایا بیٹی صبر کرو اللہ مددگار ہے۔ پھر حضرت کسی طرف نکل گئے اور مجھے دکھائی نہیں دیئے۔ میں اسی طرح حیران پریشان کھڑی تھی اب کیا دیکھتی ہوں کہ آسمان کا ایک دروازہ کھلا اس میں سے فرشتے اُتر کر میرے باباجان کے سر کے پاس آتے تھے۔ جب یزید نے یہ خواب سنا تو اپنا منہ پیٹنے اور رونے لگا کہ ہائے مجھے کیا ہو گیا میں نے کیوں امام حسینؑ کو قتل کیا[۱]

---

[۱] بحار جلد ۱۰ ص ۱۱۶

اس کے بعد ہی اس نے اِن حضرات کو رہا کرنے کا سامان کیا۔

شاعر نے لکھا ہے ؎

اُسنے کہا نادم ہوں ہوئی اب یہ تقصیر
سچ ہے کہ نہ تھا کاٹنا تن سے سرِ شبیر
سر شرم سے زانو پہ جھکا کی جو یہ تقریر
تا صبح رہا سوچ میں وہ ظالم بے پیر
اک بار دیا حکم یہ دربار میں آ کے
زنداں سے گرفتاروں کو لا کے رہا کی جائے
کچھ لوگ گئے سن کے یہ حاکم کا جو ارشاد
مشغول وظائف تھی حرم با دلِ ناشاد
تھے خاک پہ سجدے میں جھکے حضرتِ سجاد
بچے بھی تھے طاعت میں نہ نالے تھی نہ فریاد
ہر چند کہ فاقوں سے نہ طاقت تھی کسی میں
پر محو تھے سب یادِ جنابِ احدی میں

بی بیو اب آپ اپنا دل سنبھال لیں۔ شاعر نے لکھا ہے ؎

دربار میں زنداں سے طلب ہوتے ہیں قیدی
بے تاب ہیں بے صبر ہیں جی کھوتے ہیں قیدی
منہ گرد بھرے آنسوؤں سے دھوتے ہیں قیدی
بچوں کو لئے گود میں روتے ہیں قیدی
فاقوں میں کھڑے ہونے کی طاقت نہیں تن میں
دہشت سے ستمگاروں کے لرزہ ہے بدن میں
دِل ہول کے مارے نہیں سینوں میں سماتے
ہیں خاک بھرے بالوں سے چہروں کو چھپاتے
زینب کا یہ عالم ہے کہ ہیں غش پہ غش آتے
سہمے ہوئے بچے ہیں یہ ماؤں کو سناتے
دم ہونٹوں پہ ہے قید کی ایذا و محن سے
کیا گردنیں پھر باندھیں گے جلاد رسن سے
جی ڈرتا ہے اماں ہمیں گودی میں چھپا لو
پھر کچھ اٹھا کر ہمیں چھاتی سے لگا لو
سن لے نہ کوئی منہ سے سخن کچھ نہ نکالو
ثنی دکھاں ہیں انھیں پاس اپنے بلا لو
مارے نہ طمانچے کوئی یہ خوف بڑا ہے
دروازے پہ شمر ستم ایجاد کھڑا ہے
تھا شور کہ اے قیدیو دربار میں جاؤ
کیا سوچتے ہو زنداں سے قدم جلد اٹھاؤ
خاتون نے کیا رحم اب آنسو نہ بہاؤ
چلئے رسنِ ظلم کے ڈھیلے کئے آؤ
حاکم کو دعا دو کہ تمہیں شاد کرے گا
اب قتل نہیں کرنے کا آزاد کرے گا

سن کر یہ سخن کہنے لگی زینبؑ ناچار
کیا کام ہے اب کیوں ہے بلایا سر دربار
لے جاؤ نہ بلوے میں اسیران ستم کو
میں سوگ میں ہوں کیسی خوشی کیسی رہائی
ماں جائے نے گردن تہ شمشیر کٹائی
کیا لطف چھٹے قید سے گر بھائی کو کھو کر
مشہور ہوں میں فاطمہ کے لال کی شیدا
اب قید کا غم ہے نہ رہائی کی تمنا
جی چاہتا ہو کہ دنیا سے سفر کر گئی زینبؑ
مارے گئے عباسؑ دلاور مرے آگے
بھائی کے چلا حلق پہ خنجر مرے آگے
غم کھاتی ہوں اور خون جگر پیتی ہے زینبؑ
بتلاؤ خوشی چھوٹنے کی قید سے اب کیا
قاسمؑ ہیں کہ دکھلائیں گے آ کر مجھے چہرا
لاشے بھی ابھی تک نہیں پایا رن کے گڑے ہیں
جو بھائی کے مرنے سے ستم میں نے اٹھائے
نیزے مرے شانوں میں لعینوں نے چبھائے
بھائی کی عزادار ہوں اور خستہ جگر ہوں
کر دو مجھے دربار میں حاکم نہ بلائے
گر قتل ہو منظور تو قاتل یہیں آئے
فکر غم و اندوہ سے آزاد ہو زینبؑ

اک بار تو ہو آئے ہیں مجلس میں گنہگار
نے سر پہ ردا ہے نہ ہے طاقت رفتار
گھل گھل کے اسی قید میں مر جانے دو مجکو
کس سے ملوں گی چھوٹ کے کیا جیتے ہیں بھائی
بھائی سے تو اب تا بہ قیامت ہے جدائی
دکھلاؤں گی صورت کسے بن بھائی کی ہو کر
جب وہ نہ رہے قید سے چھوٹی بھی تو پھر کیا
مر جاؤں میں زنداں میں رہ جائے یہ پردا
چہلم نہ ہوا بھائی کا اور مر گئی زینبؑ
دنیا سے گئے اکبرؑ و اصغرؑ مرے آگے
خالی ہوا زہراؑ کا بھرا گھر مرے آگے
وہ شیر تو مارے گئے اور جیتی ہے زینبؑ
بیٹھے ہیں کہ پھر جن سے ہو ملنے کی تمنا
اکبر ہیں جنہیں دیکھ کے ٹھنڈا ہو کلیجا
آباد تھا گھر جن سے وہ جنگل میں پڑے ہیں
دشمن کو بھی یہ ظلم نہ اللہ دکھائے
بازو مرے باندھے مجھے دربار میں لائے
عاشور محرم سے اب تک کھلے سر ہوں
خلقت کو دوبارہ نہ مری شکل دکھائے
موجود ہوں خنجر مری گردن پہ پھرائے
سر تن سے جدا ہو تو بہت شاد ہو زینبؑ

مجلس اٹھائیسویں ۱۹ صفر کی جس میں پہلے حضرت یوسفؑ کا خواب پھر حضرت عبدالمطلب کا خواب دیکھ کر چشمہ زمزم کھودنا بیان کیا اور آخر میں حضرت سکینہؑ کا شام میں خواب دیکھنا اور اہلبیتؑ کا قید سے آزاد ہونا لکھا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خدا فرماتا ہے:۔ اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ یعنی ایک وقت تھا کہ حضرت یوسفؑ نے اپنے باپ حضرت یعقوبؑ سے کہا کہ ابا جان میں نے گیارہ ستاروں اور سورج چاند کو خواب میں دیکھا ہے کہ یہ سب مجھکو سجدہ کر رہے ہیں تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس خواب کی تعبیر یہ لکھی ہے کہ یوسف علیہ السلام بہت جلد ملک مصر کے مالک ہو جائیں گے اور اُن کے باپ ماں اور بھائی اُن کے پاس آئیں گے شمس سے مراد انکی والدہ راحیل اور قمر سے مراد اُنکے والد حضرت یعقوبؑ اور گیارہ ستاروں سے مراد اُن کے گیارہ بھائی تھے چنانچہ جب یہ لوگ مصر گئے اور حضرت یوسفؑ کو دیکھا تو یہ سب خدا کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ میں گر پڑے۔ پس ان کا سجدہ کرنا واقعا خدا کا سجدہ تھا۔ اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ حضرت یوسفؑ نے جیسا خواب دیکھا بالکل ویسا ہی ہوا جن لوگوں کے ایمان درست اور اعمال اچھے ہوتے ہیں اُن کا خواب بھی

بڑا سچا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت رسولخدا صلعم نے سچے خواب کو بنوت کا جزو فرمایا ہے لہ یعنی سچا خواب پیغمبری کی صفتوں میں سے ایک صفت ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ پیغمبروں کے خواب ہمیشہ سچے ہوتے ہیں یا پیغمبری پہلے سچے خوابوں سے شروع ہوتی ہے۔ جیسے بعض روایتوں میں ہے کہ آنحضرت صلعم شروع زمانہ بنوت میں خواب دیکھتے جو سچا ہوتا صبح روشن کی طرح اسکی تعبیر ظاہر ہوتی۔ ایک حدیث میں ہے کہ خواب میں جھوٹ بنانے والا سخت عذاب میں مبتلا ہوگا ۲ لہ۔ حضرت رسولخدا صلعم کے دادا جناب عبدالمطلب بھی اعلےٰ درجہ کا ایمان رکھتے اور سب نیک اعمال کرتے۔ ان کا بھی ایک خواب بڑا زبردست ہوا جس کی برکت سے آج تک مکہ معظمہ کا چشمہ زمزم مشہور ہے۔ جس کا پانی حاجی تبرک کے طور پر لاتے اور اپنے دوستوں میں قیمتی تحفہ کی طرح تقسیم کرتے ہیں۔ اس چشمہ کی تاریخ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم پیغمبر کی دو بیویاں تھیں۔ ہاجرہ اور سارہ۔ مگر دونوں میں میل نہیں تھا۔ اس وجہ سے حضرت ابراہیم ہاجرہ کو اُن کے بیٹے اسمٰعیل سمیت اس جگہ لے آئے جہاں اب خانہ کعبہ ہے اور دونوں ماں بیٹوں کو اس چٹیل میدان میں چھوڑ کر ملک شام واپس چلے گئے۔ یہاں ہاجرہ اور اُن کے بچے حضرت اسمٰعیل کو پیاس لگی تو بیچاری پانی تلاش کرنے لگیں مگر پانی نہ ملا۔ جب ان کی حالت غیر ہوئی تو حضرت اسمٰعیل کے پاؤں

لہ صحیح بخاری جلد ۷ صـ۱۷۶ ۲ لہ انوار اللغۃ پارہ ۱۰ صـ۵

کے نیچے سے پانی نکل آیا جو بڑھتے بڑھتے بڑا چشمہ ہوگیا۔ اس کی وجہ سے دوسرے قبیلے بھی مکہ میں آکر آباد ہوگئے مگر ایک مدۃ کے بعد لوگوں نے مکہ معظمہ میں طرح طرح کے فسادات شروع کیئے تو اس شہر کے سردار نے شہر چھوڑ دیا اور جانے سے پہلے وہاں کے قیمتی مال جیسے سونے کی دو ہرنیاں۔ تلواریں اور زرہیں وغیرہ اس چشمہ میں ڈال کر اس کا منہ بند کر دیا اور کنکروں پتھروں سے اس کو پاٹ کر وہاں سے چلے گئے۔ اُس وقت سے مدتوں تک یہ چشمہ پٹا پڑا رہا اور سینکڑوں برس گزر گئے کسی کو اس کی طرف خیال بھی نہیں ہوا۔ ایک روز جناب عبدالمطّلب خانہ کعبہ کے پاس سوتے تھے تو خواب میں ایک شخص نے آکر کہا کہ طَیِّبہ کو کھود کر پانی نکالو۔ اُنھوں نے پوچھا کہ طَیِّبہ کہاں ہے۔ اس کا اُس نے کچھ جواب نہیں دیا اور غائب ہوگیا۔ دوسرے اور تیسرے دن بھی یہی ہوا کہ خواب میں وہ شخص آیا اور نئے نئے نام لے کر کہا کہ اس کو کھودو۔ چوتھے روز کہا زمزم کو کھودو۔ اُنھوں نے زمزم کا پتا پوچھا تو اُس نے ٹھیک نشان بتا دیا۔ صبح ہوتے ہی جناب عبدالمطلب اپنے بیٹے حارث کو ساتھ لے اس جگہ پہونچے اور کھودنا شروع کیا۔ تین روز تک دونوں باپ بیٹے برابر کھودا کیئے۔ چوتھے روز ایک پختہ منڈیر ظاہر ہوئی اور اندر سے پانی چمکا۔ جناب عبدالمطلب زمزم کھودنے میں کامیاب ہوئے تو اُن کی زبان سے بے ساختہ نعرہ اللہ اکبر نکلا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا یہ حضرت اسمٰعیل کا چشمہ ہے یہ سن کر

قریش کے بہت سے لوگ زمزم پر آ جمع ہوئے اور لگے کہنے کہ یہ کنواں ہمارے دادا اسمعیل کا بنایا ہوا ہے۔ اس میں ہم اور تم دونوں شریک رہیں گے۔ بات بڑھی اور کسی طرح جھگڑا ختم ہی نہیں ہوا تو یہ طے ہوا کہ شام کی ایک کاہنہ کے پاس چل کر اس سے فیصلہ کرائیں۔ دونوں فریق کے لوگ چلے۔ یہ سفر بہت طولانی تھا اور اونٹ کی سواری پر شام جانا سخت کام تھا۔ ابھی چند ہی منزلیں طے ہوئی تھیں کہ جناب عبدالمطلب کے ساتھ کا پانی ختم ہوگیا۔ آپ کے ساتھی سب پیاسے ہوئے۔ نہ کہیں کنواں تھا نہ دریا۔ نہ چشمہ۔ جب یہ لوگ مرنے کے قریب پہونچے تو اپنے مخالف فریق سے پانی مانگا۔ مگر ان سب نے انکار کیا اور ایک قطرہ بھی نہیں دیا۔ جناب عبدالمطلب نے جب اس بے رحمی کو دیکھا کہ قریش کے لوگ پانی رکھتے ہیں اور ہمیں نہیں دیتے تو موت کا یقین ہو چلا کہ اب بچ نہیں سکتے۔ تب ان لوگوں نے آپس میں صلاح کی کہ ہم سب اپنے لئے ایک ایک قبر کھودیں اور جو مرتا جائے اُس کو اسی میں دفن کرتے جائیں۔ آخر میں ایک ہی آدمی ایسا بچا رہیگا جو بلا دفن پڑا رہے۔ اس رائے پر کام شروع کر دیا۔ قبریں کھُدنے لگیں اور قریش کے لوگ تماشا دیکھتے رہے۔ دوسرے روز جناب عبدالمطلب نے سوچا کہ اس طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھکر مرنا بزدلی کا کام ہے۔ چلو پانی کی اور کچھ کوشش کریں۔ یہ ارادہ کرکے اونٹ پر سوار ہوئے۔ سبحان اللہ آپ درود پڑھیں تو میں آگے بیان کروں۔ اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد

حضرت عبدالمطلب نے جیسے ہی سوار ہو کر چلنا چاہا کہ خدا نے
ان کی حقیت کا اعلان کر دیا کہ ہمارا پیارہ بندہ حق پر ہے اور ان کے مخالف
باطل پر ہیں اور ہم ہر حال میں ہر جگہ حق کا بول بالا کر دیتے ہیں بلکہ
اس کو حضرت عبدالمطلب کا معجزہ کہیں تو بے جا نہیں کہ اونٹ کے
زور کرنے سے اس کے پاؤں کے نیچے کی ریت ہٹی اور وہیں
سے بہت میٹھے پانی کا چشمہ نکل پڑا۔ اس کے دیکھتے ہی
جناب عبدالمطلب اور اُن کے ساتھیوں نے زور سے اللہ
اکبر کا نعرہ بلند کیا اور خوب سیراب ہوئے بلکہ اپنی خاندانی سخاوت
بھی دکھا دی کہ قریش کے وہ لوگ جو ان حضرات کے خلاف کاہنہ
کے ہاں جا رہے تھے اور جن کے پاس پانی موجود تھا اور وہ ان
لوگوں کی ہلاکت دیکھتے تھے پھر بھی رحم نہیں کھایا اور ایک
قطرہ پانی تک ان کو نہیں دیا۔ اُن سب کو بھی جناب عبدالمطلب
نے آواز دی کہ آؤ پانی پیو کہ خدا نے ہم کو سیراب کیا۔ اس پر جناب
عبدالمطلب کے ساتھی ناراض بھی ہوئے اور کہا کہ جب ہم
پیاسے مر رہے تھے تو ان لوگوں نے ہم لوگوں پر رحم نہیں کیا۔
اب ہم کیوں اس پانی سے انکو پینے دیں؟ مگر جناب عبدالمطلب
نے فرمایا کہ نہیں ان لوگوں کو بھی پینے دو۔ اگر ہم نے بھی ان کے
ساتھ ویسا ہی برتاؤ کیا تو پھر ہم میں اور ان میں فرق ہی کیا؟
غرض قریش بھی جمع ہوئے اور سب نے پانی پیا اس کے بعد سب
نے مان لیا کہ جس خدا نے آپ کو یہاں پانی دیا ہے اُسی نے چشمہ
زمزم بھی آپ ہی کو دیا ہے۔ اب ہم لوگوں کو اس میں کوئی حق نہیں

واپس چلئے اور آپ ہی کا اس پر قبضہ رہیگا۔ اللہم صل علیٰ محمدؐ وآل محمدؐ۔

غرض وہ چشمہ زمزم حضرت عبدالمطلب کو خواب ہی سے ملا۔ بی بیو! خواب ہی سے حضرات اہلبیتؑ کی رہائی بھی شام کے قید سے ہوئی۔ جس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک روز جناب سکینہؑ نے یزید سے کہا کہ رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے اگر تو سُنے تو میں بیان کروں۔ یزید نے کہا کیا دیکھا ہے۔ فرمایا دیکھا کہ نور کے پانچ بہت عمدہ اور تیز اونٹ بڑھے آرہے ہیں اور ہر اونٹ پر ایک بڑے مقدس نورانی بزرگ سوار ہیں جن کے اردگرد فرشتے بھی ہیں اور ان کے ساتھ ایک غلام بھی آرہا ہے۔ اونٹ سب تو آگے نکل گئے مگر وہ غلام میری طرف متوجہ ہوا۔ اور میرے پاس آکر کہنے لگا سکینہ تمہارے دادا (حضرت رسولخدا صلعم) تم کو سلام فرماتے ہیں۔ میں نے کہا اے شخص میرے دادا کو بھی میرا سلام کہدے۔ تو کون ہے؟ اس نے کہا میں بہشت کا ایک غلام ہوں۔ میں نے پوچھا یہ مقدس نورانی بزرگ کون ہیں جو ان اونٹوں پر آرہے ہیں۔ اس نے کہا پہلے حضرت آدم صفوۃ اللہ۔ دوسرے حضرت ابراہیم خلیل اللہ تیسرے حضرت موسیٰ کلیم اللہ چوتھے حضرت عیسےٰ روح اللہ ہیں۔ میں نے پوچھا اور یہ بزرگ کون ہیں جو (رنج واندوہ سے) اپنی ڈاڑھی پکڑے ہیں۔ اور (روتے روتے) کبھی زمین پر گر جاتے ہیں کبھی کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اُس نے کہا یہ تمہارے

دادا حضرت رسولخدا صلعم ہیں۔ میں نے پوچھا اور یہ حضرات جاتے کہاں ہیں۔ اُس نے کہا تمہارے ابا جان امام حسینؑ کی زیارت کو۔ یہ سنتے ہی میں آگے بڑھ کر دوڑی کہ حضرتؑ سے جا کر ظالمین کے ظلموں کو بیان کروں۔ اس درمیان میں دیکھا کہ نور کے پانچ ہودج اونٹوں پر چلے آرہے ہیں اور ہر ہودج میں ایک بیوی بیٹھی ہیں۔ میں نے اسی غلام سے پوچھا یہ کون بیویاں آرہی ہیں۔ اُس نے کہا پہلی حضرت حواؑ۔ دوسری آسیہ۔ تیسری حضرت مریم۔ چوتھی حضرت خدیجہ ہیں۔ میں نے پوچھا اور وہ پانچویں (مصیبت زدہ) کون ہیں جو اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھے ہیں (اور بے چین ہیں) کبھی زمین پر گر پڑتی اور کبھی اُٹھ بیٹھتی ہیں۔ اُس نے کہا تمہاری دادی حضرت فاطمہؑ ہیں۔

میں نے کہا خدا کی قسم میں اُن سے اپنا سب دُکھ ضرور بیان کروں گی۔ یہ کہہ کر میں آگے بڑھی اور اُن کے پاس جا کر رونے لگی اور کہا اے اماں خدا کی قسم لوگوں نے ہمارے حقوق بھلا دیئے۔ اے اماں خدا کی قسم لوگوں نے ہمیں آوارہ وطن کر دیا۔ اے اماں خدا کی قسم لوگوں نے ہمارے گھر کو اُجاڑ دیا۔ اے اماں خدا کی قسم لوگوں نے ہمارے ابا جان امام حسینؑ کو قتل کر ڈالا۔ یہ سُن کر حضرتؑ نے فرمایا (بیٹی) سکینہ چپ ہو جاؤ۔ ارے تم نے تو (اپنے بین سے) میرے جگر میں آگ لگا دی اور میرے دل کی رگوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ (اے بیٹی) یہ تمہارے باپ حسین کا (خون آلود) کرتا میرے پاس ہے۔ میں کسی

وقت اس کو الگ نہیں کرتی ہوں خدا کے دربار میں اسی طرح حاضر ہونگی (اے یزید) اس کے بعد میں جگ گئی لہ اور ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جناب سکینہؑ نے یزید سے بیان کیا کہ میں کیا دیکھتی ہوں کہ میری طرف ایک ہوتی ایسے چمکتی صورت اور چاند ایسے چہرے کے نورانی بزرگ جو بہت بے چین اور بڑے ہی کرب میں تھے بڑھے۔ میں نے اس غلام سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں۔ اس نے کہا تمہارے دادا حضرت رسول خدا صلعم ہیں۔ یہ سنتے ہی میں حضرت کے پاس گئی اور عرض کی اے دادا خدا کی قسم ہمارے چھوٹے بڑے سب قتل کر دیئے گئے خدا کی قسم ہم لوگوں کا خون (پانی کی طرح) بہایا گیا۔ خدا کی قسم ہم لوگوں کی عزت آبرو مٹی میں ملادی گئی (اس کے بعد) ہم لوگ بغیر گدے کی کاٹھیوں پر بٹھا کر اور اونٹوں پر سوار کر کے یزید کے ہاں لائے گئے۔ یہ سن کر حضرت نے مجھے گود میں اٹھا کر اپنے سینہ سے لپٹا لیا۔ پھر حضرت آدمؑ و نوحؑ و ابراہیمؑ و موسیٰؑ سے فرمایا آپ لوگ دیکھتے ہیں میری ہی امت نے میری اولاد کے ساتھ میرے بعد کیا کیا ظلم کئے؟ اس پر اس غلام نے مجھ سے کہا اے سکینہؑ اپنا بین کم کرو کہ تم نے تو حضرت رسول خدا صلعم کو بھی رلادیا۔ پھر وہ غلام مجھے آگے لے گیا اور ایک محل میں پہونچا دیا۔ وہاں کیا دیکھتی ہوں کہ پانچ بڑی عزت وجلالت کی بیبیاں بیٹھی ہیں۔ جن کی خلقت بھی خدا نے بڑی عظیم الشان بنائی اور نورانیت سے بھی انکو بہت زیادہ حصہ

لہ بحار جلد ۱۰ صـــ

دیا ہے۔ ان بیویوں کے درمیان ایک بیوی سب سے زیادہ جلیل القدر تھیں (مگر آہ آہ وہ ایسی مصیبت زدہ ہو رہی تھیں کہ) اُنھوں نے اپنے سر کے بال کھول رکھے تھے۔ سیاہ کپڑے پہنے ہوئی تھیں اور ہاتھ میں ایک کرتا لئے تھیں جس میں خون بھرا ہوا تھا۔ وہ (بے چینی میں) جب کھڑی ہو جاتیں تو دوسری بیویاں بھی ان کے ساتھ ہی کھڑی ہو جاتیں اور جب بیٹھ جاتیں تو وہ سب بیویاں بھی بیٹھ جاتیں۔ میں نے اس غلام سے پوچھا یہ کون بیویاں ہیں جن کو خدا نے ایسی شان وجلالت عطا کی ہے۔ اس نے کہا اے سکینہ یہ سب آدمیوں کی ماں حضرت حوّا۔ وہ حضرت مریم وہ حضرت خدیجہ اور یہ جناب ہاجرہ اور یہ جناب سارہ ہیں۔ اور یہ معظمہ جن کے ہاتھ میں خون بھرا کرتا ہے جن کے کھڑے ہوجانے پر دوسری بیویاں بھی کھڑی ہوجاتی ہیں اور جن کے بیٹھ جانے پر اور بیویاں بھی بیٹھ جاتی ہیں تمہاری دادی حضرت فاطمہ زہراؑ ہیں۔ یہ سنتے ہی میں حضرت کے پاس پہونچی اور اُن سے کہا اے دادی خدا کی قسم میرے بابا ذبح کر دیئے گئے اور میں اس کم سنی میں یتیم بنا دی گئی۔ یہ سنتے ہی میری دادی نے مجھے اپنے سینہ سے لپٹا لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں اور ان کے رونے پر دوسری بیویاں بھی خوب روئیں پھر کہا کہ اے فاطمہ خدا قیامت کے دن تمہارے اور یزید کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

آہ آہ بی بیو! حضرت سکینہؑ کے علاوہ یزید کی بیوی ہند نے بھی خواب دیکھا جس کو اس نے اِس طرح بیان کیا کہ میں سوگئی تو

دیکھا کہ آسمان کا ایک دروازہ کھلا اور اُس سے فرشتے فوج فوج اُترنا شروع ہوئے وہ سب حضرت امام حسینؑ کے سر کے پاس آئے اور اس طرح اس کی زیارت پڑھنے لگے :-
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللهِ - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللهِ اتنے میں دیکھا کہ آسمان سے ایک ابر نیچے اُترا جس میں بہت سے (مقدس) لوگ ہیں - ان کے درمیان ایک ایسے نورانی بزرگ تھے جن کا چہرہ موتی کے رنگ ایسا اور جن کی شکل چاند ایسی تھی - وہ بزرگ لپک کر بڑھے اور امام حسینؑ کے سر پر اپنے کو گرا دیا پھر حضرتؑ کے دانتوں کو چومنے لگے - فرماتے جاتے تھے ہائے اے بیٹا لوگوں نے تم کو قتل کر ڈالا - ان لوگوں نے تمہارا درجہ کچھ نہیں پہچانا اور تم پر پانی تک بند کر دیا - اے بیٹا میں تمہارا نانا رسولِ خدا ہوں - یہ تمہارے باپ علی مرتضیٰؑ - یہ تمہارے بھائی حسنؑ - یہ تمہارے چچا جعفر - یہ عقیل - یہ حمزہ یہ عباس ہیں - اسی طرح حضرتؐ نے اپنے خاندان والوں کے ایک ایک شخص کا نام بتایا - ہند کہتی ہے کہ اس کے بعد میں ڈر کر گھبرائی ہوئی جگ گئی تو دیکھا کہ جہاں امام حسین علیہ السلام کا سر رکھا تھا وہاں سے ایک بہت ہی چمکتا ہوا نور تمام پھیلا ہوا ہے - اس وقت میں یزید کو ڈھونڈھنے لگی وہ وہاں نہیں تھا بلکہ ایک اندھیرے کمرے میں جا کر اور دیوار کی طرف اپنا منہ کرکے کہتا تھا کہ ہائے میں نے امام حسینؑ کو کیوں قتل کیا - وہ بھی اپنے اس ظلم سے بڑے کرب میں تھا - وہ اسی طرح منہ پھیرے ہوئے بیٹھا تھا تو میں نے اس سے

اپنا پورا خواب بیان کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو اُس نے حضرت رسولخدا صلعم کے اہلبیتؑ کو بُلا کر کہا تم کیا چاہتے ہو یہاں رہو گے یا مدینہ واپس جاؤ گے۔ ان سب نے جواب دیا کہ پہلے تو ہم اپنے آقا و مولا امام حسینؑ پر رونا اور ماتم کرنا چاہتے ہیں۔ اُس نے کہا جو چاہو کرو۔ پھر اُس نے اُن لوگوں کے لئے کئی کمرے خالی کرا دیئے جس کے بعد حضرتؑ کے ماتم کا یہ اہتمام ہوا کہ دمشق میں جتنی ہاشمی اور قریشی عورتیں تھیں سبھوں نے سیاہ ماتمی کپڑے پہن لئے اور امام حسینؑ پر رونا اور نوحہ و ماتم کرنا شروع کیا۔ سات روز تک اس زور کا ماتم ہوا کہ شہر دمشق ہل گیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ در و دیوار سے رونے اور پیٹنے کی آواز آتی ہے۔ آٹھویں روز پھر یزید نے ان حضرات کو بلا کر پوچھا کہ اب کیا ارادہ ہے۔ رہو گے یا جاؤ گے ان حضراتؑ نے کہا ہم مدینہ واپس جائیں گے تو اُس نے اِن حضرات کے لئے اچھی آرام دہ سواریاں اور محملیں منگائیں پھر بہت سامال بھی پیش کیا اور کہا کہ تم پر جو مصیبت پڑی اس کے عوض اس کو قبول کر لو۔ آہ آہ بی بیو یہ سُننا تھا کہ حضرت ام کلثومؑ تڑپ گئیں اور فرمایا اے یزید تو کیسا بے حیا اور بے غیرت ہے۔ ارے ہمارے بھائی اور گھر بھر کو قتل کرنے کے بعد ان کا بدلہ یہ مال ہم کو دیتا ہے۔ شاعر نے لکھا ہے کہ ہند نے کہا ایک روز خواب دیکھا کہ تمام دروازے محل کے کشادہ ہیں اور فلک سے جوق جوق ملائک روتے پیٹتے اُتر کر اس حجرے میں جہاں سر امام حسینؑ رکھا ہے جمع ہو کر ماتم اور بکا کرتے ہیں اور بعد سلام اس طرح کہتے ہیں کہ اے جگر پارۂ رسول

تیری توقیر نہ کی۔ بھوکا پیاسا قتل کیا اور اہل حرم کو زنداں میں مقید کیا ؎

یہ کہتے ہیں اور کرتے ہیں زاری وہ فرشتے — جو ابر سفید لئے ہیں کہ اترا فلک سے
اس ابر میں کچھ مرد ہیں اور بیچ میں اک نکلے — اک شخص ہے بیتاب جگر ہاتھوں سے پکڑے
عمامہ سر پر ہے نہ کاندھے پہ عبا ہے — منہ آنسوؤں سے تر ہے گریباں پھٹا ہے
چہرہ ہے کہ شرمندہ ہو خورشید درخشاں — سنبل کی طرح دوش پہ گیسو ہیں پریشاں
پہونچا جو قریب سر شبیرؑ وہ نالاں — یوں کہنے لگا چوم کے اسکے لب خنداں
کس طرح نہ ٹکڑے دل محبوب خدا ہو — نانا تری مظلومی پہ شبیرؑ فدا ہو
جس دن سے پھرا ہائے ترے حلق پہ خنجر — مرقد سے ابھی روز کا نکلا ہوں میں باہر
مادر بھی تری پیٹتی ہے کھولے ہوئے سر — بیتاب ہے بابا بھی ترا حیدر صفدرؑ
روتا ہے حسن نالہ و فریاد و فغاں سے — سب پیٹتے آتے ہیں ترے غم میں جناں سے
یہ حال نظر آیا پیمبرؐ کا جو اک بار — تھرا گیا دل ہند ہوئی خواب سے بیدار
سر پیٹتے آئے تھے جہاں احمدِ مختارؐ — اس حجرے میں وہ دوڑی گئی با دیدۂ خوں بار
دیکھا کہ لگن میں سر شبیرؑ دھرا ہے — اور تا بہ فلک روشنی نور خدا ہے
پہچانی جو وہ خوں بھری شبیرؑ کی صورت — بے ساختہ اک دل میں اٹھا جوش محبت
اس سر پہ گری رو کے وہ با صد غم و حسرت — کہتی تھی کہ اے دلبر خاتون قیامت
جیتا ہمیں قسمت نے نہ اک بار دکھایا — جب مر گئے تب آخری دیدار دکھایا

جب یزید نے ان حضرات کو رہا کرنے کے لئے بلایا ہے اس وقت کی حالت شاعر نے اس طرح لکھی ہے ؎

جس دم سر دربار حرم پہونچے کھلے سر — اور سامنے حاکم کے گئے عابدؑ مضطر
بولا وہ لعین مکر سے تعظیم کو اٹھ کر — مسند پہ قدم رکھئے مری نائب حیدر

عابدؑ نے کہا تخت سے کیا کام ہے مجھکو
اب خاک نشینی ہی میں آرام ہے مجھ کو

الغرض یہ جواب سُن کر وہ پشیمان ہوا ۔

زینبؑ سے مخاطب ہو لگا کہنے وہ اظلم
اے بنتِ علیؑ دخترِ مخدومۂ عالم

فی الواقعہ بھائی کا نہایت ہے تجھے غم
پر کرتا ہوں جو عذر پذیرا ہو وہ اس دم

بے جرم کٹا حلق حسینؑ ابن علیؑ کا
جو مانگو وہ دوں خوں بہا سبطِ نبیؐ کا

یہ سنتے ہی تھرانے لگی زینبؑ مضطر
سینے میں کلیجے پہ لگا ظلم کا خنجر

رو رو کے لگی کہنے کہ خاموش ستمگر
میں کون ہوں جو لوں دیتِ خونِ برادر

قیدی ہوں گنہگار ہوں نالاں و حزیں ہوں
واللہ میں اس خون کی مختار نہیں ہوں

اس خون کے خواہاں ہوں تو ہوں احمدِ مختار
اس خون کا دعویٰ کریں یا حیدرِؑ کرار

یا حشر کے دن ہوئیگی ماں آپ طلبگار
یا خالقِ اکبر سے ہے اس خون کا سرکار

کربل میں ذبح کیا سبطِ رسولِ عربیؐ کو
اس خون کی دیت دیجیو زہراؑ و علیؑ کو

تقریر سے زینبؑ کی جو محجوب ہوا وہ
بولا کہ رہا میں نے کیا قید سے تم کو

اسباب ضروری تمہیں جو چاہیے سو لو
اس وقت کہا زینبؑ دلگیر نے رو رو

نہ مال نہ اسباب نہ زر چاہیے مجھ کو
بچھڑی ہوئی ہوں بھائی کا سر چاہیے مجھ کو

پس یہ سن کر اُس نے سرِ امام مظلوم مع طشتِ طلائی کے منگایا۔ اس وقت اہلِ حرم میں ایک قیامت برپا ہو گئی ۔

سر دیکھ کے اس طشت سے زینبؑ نے اٹھایا
رو رو کے بلائیں لیں اور آنکھوں سے لگایا

دل جوششِ الفت سے جو اک بار بھر آیا
بوسہ دیا حلقوم پہ اور رو کے سنایا

دیکھوں تجھے کن آنکھوں سے اس آن حسینا
زینبؑ تری مظلومی کے قربان حسینا

بابا کا نظر کر کے سکینہؑ سرِ انور
رو رو کے لگی کہنے کہ اے دین کے رہبر

تھی آپکے دیدار کی مشتاق یہ دختر
سو آپکا یوں طشت میں دکھلائی دیا سر

کچھ موت پہ قابو مرا چلتا نہیں بابا میں کیا کروں دم میرا نکلتا نہیں بابا
کچھ اپنی سکینہؑ سے تو صدقے گئی بولو کیوں چھپکے ہو معلوم تو ہو مجھ سے خفا ہو
میں تیغ نہیں کہتی کہ مصیبت مری پوچھو پر آپ سے میں پوچھتی ہوں یہ تو بتاؤ
لو ہو بھرا منہ آپ کا دھلوائے سکینہؑ پانی کہیں ملجائے تو لے آئے سکینہؑ
زینبؑ سے کہا اتنے میں فضہ نے کہ بی بی سر رو رو کے ٹکراتی ہے صاحب کی بھتیجی
بھاوج کو تو دیکھو کہ وہ ہے غش میں تڑپتی تم انکو جو سمجھاؤ تو ان سب کا بچے جی
رونا تو یہ بے شبہ تمہیں زندگی بھر ہے ان میں سے نہ مر جائے کوئی مجھکو یہ ڈر ہے
سجاد سے پھر کہنے لگی اے مرے مولا اب زاری زینبؑ سے تو پھٹتا ہے کلیجا
بھائی کے الم میں نہیں ہوش اسکو ہے اصلا لے لیجئے آپ ان سے سر سبط نبی کا
مانے گی فقط حکم وہ ناکام تمہارا شبیرؑ کا احکام ہے احکام تمہارا

غرض جناب زینبؑ سے وہ سر لے لیا گیا اس کے بعد کا حال شاعر نے لکھا ہے ؎

یوں راوی اخبار مصیبت سے ہے تحریر ہر چند طلب کرتی رہی زینبؑ دلگیر
حاکم نے نہ ہرگز دیا لیکن سر شبیرؑ ناچار روانہ ہوئے باحالت تغیر
میں کیا کہوں جس طرح وطن جاتی تھی زینبؑ سر پیٹتی تھی روتی تھی چلاتی تھی زینبؑ

جب یہ لٹا ہوا قافلہ شام سے روانہ ہوا اس وقت کی حالت شاعر نے بیان کی ہے ؎

لکھا ہے حرم قید سے جب چھوٹ کر آئے میداں میں جو اس شکل سے وہ نوحہ گر آئے
اک حشر ہوا نوحۂ ناموس نبیؐ کا مقتل بھی لرزتا تھا حسینؑ ابن علیؑ کا
تا عرش ہوا پھر سے بپا ماتم شبیرؑ پھر بیبیوں کی آہوں کے چلے سوئے فلک تیر
خوں رو رو کے برسانے لگا پھر فلک پیر پھر جن و ملک سکتے میں ہیں صورتِ تصویر

کعبہ میں پڑا غلغلہ پھر شور و بکا کا — پھر روضہ لگا کانپنے محبوبِ خدا کا
ایسا حشر بپا ہوا کہ گویا معرکہ کربلا نظروں میں اہلبیتؑ اطہار رسول
مختار از سر نو پھر گیا۔ اور حضرت زینبؑ یہ بین فرماتی تھیں ؎

آئے تھے دوسری کو محرم کی کس کے سات — خیمے بپا ہوئے تھے برابر لبِ فرات
اترے تھے جب تو روکی تھی عباسؑ نے قنات — تاکید تھی پکار کے کوئی کرے نہ بات
بے ہے پردہ دار ہمارے کدھر گئے — بے پردہ ہو کے آلِ نبی در بدر گئے
فضہ یہاں حضور کی پوشاک لائی تھی — آوازیاں بتولؑ کے رونیکی آئی تھی
اس جا تبرکاتِ رسالت مآب تھا — واں آبدار خانہ تھا یاں قحطِ آب تھا
مقتل کے پاس بیبیوں کا شامیانہ تھا — زینبؑ جبیں یہ دھرے کرتی تھی بیاں
اے میر کربلائی برادر حسینؑ جان — ہمشیرہ تین دن تمہاری ہے مہماں
اللہ میری بات بھی پوچھی نہ آپ نے — زنداں کی واردات بھی پوچھی نہ آپ نے

مجلس ۲۹ انتیسویں

شب چہلم کی جس میں مومن کی علامت لکھی گئی جناب جابر کا کربلا میں آنا اہلبیتؑ سے ملاقات ہونا۔ جناب زینبؑ کا قبر امام حسین علیہ السلام سے آخری رخصت ہونا لکھا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم خدا فرماتا ہے اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ یعنی خدا صبر کرنے والوں کو بے حد و حساب اجر دیتا ہے اور دیگا جس سے معلوم ہوا کہ مصیبت پر صبر کرنے سے خدا اس قدر خوش ہوتا اور اس سخت عمل کرنے والے کو اس قدر

اجر دیتا ہے جس کی حد اور حساب کو کوئی شخص نہ بیان کر سکتا ہے نہ جان سکتا ہے۔ پھر حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر حضرت زینبؑ۔ جناب ام کلثومؑ۔ جناب ربابؑ۔ جناب رقیہؑ۔ جناب فاطمہؑ۔ جناب سکینہؑ۔ جناب امام زین العابدینؑ وغیرہ نے جو صبر کیا اس کے اجر کا کوئی شخص کیا اندازہ کر سکتا ہے۔ بی بیو۔ جب جناب سکینہؑ اور ہند کا خواب سننے اور مسلمانوں کا رنگ بگڑا ہوا دیکھنے کے بعد یزید نے حضرات اہلبیتؑ کو آزاد کیا تو ایک شخص بشیر بن نعمان کالی عماریوں کو لیکر وہاں پہونچے اور عورتوں بچوں کو ان میں بٹھا کر اونٹوں پر سوار کرایا۔ حضرات اہلبیتؑ کا مدینہ جانے سے پہلے پھر ایک دفعہ کربلا میں آنا یقینی ہے مگر یہ لوگ کب آئے۔ کوفہ سے جب شام جانے لگے اس وقت پہونچے یا جب شام سے مدینہ روانہ ہوئے تب وارد اس کی تحقیق نہیں ہوتی۔ بہرکیف جب پہونچے ہوں مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۲۰ صفر تھی جس کو آج ہم لوگ چہلم یا چالیسواں کہتے ہیں۔ اس چہلم کے اعمال بھی ہر مومن اور مومنہ کو بجالانا چاہیئے۔
جناب مولانا مجلسی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ معتبر کتابوں میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت ہے کہ مومن کی پہچان پانچ ہے ہر روز (سترہ رکعت واجبی اور ۳۴ رکعت سنتی کل) اکیاون رکعت نماز پڑھنی۔ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننی۔ سجدہ میں ماتھے کو مٹی (یا سجدہ گاہ) پر رکھنا۔ نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم زور سے کہنا اور زیارت اربعین پڑھنی[1] یہ زیارت صبح کو دو گھنٹہ دن چڑھنے پر پڑھنی چاہیئے کہ اس کا بہت ثواب ہے۔ اس روز

[1] زاد المعاد اعمال ماہ صفر

کی زیارت کی تاکید اس وجہ سے ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم کے صحابہ سے سب سے پہلے بزرگ جو حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کو پہونچے وہ جناب جابر بن عبد اللہ انصاری ہیں وہ اسی روز بنی ہاشم کے کچھ لوگوں کے ساتھ کربلا پہونچے اور سب شہیدوں کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ اگر اسی روز امام زین العابدینؑ اور اہلبیتؑ بھی دوبارہ کربلا میں پہونچے تو جناب جابر کی ملاقات سے سب لوگوں کی جو حالت ہوئی ہوگی اس کو کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ جب حضرات اہلبیتؑ اور جابر بن عبد اللہ انصاری سے ملاقات ہوئی تو سب میں اس زور کا کہرام بپا ہوا کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ سب مل کر خوب روئے۔ یا حسینؑ یا مظلوم کہہ کہہ کے سر اور سینہ پیٹتے اور نوحہ و ماتم کرتے تھے۔ اس زور کا ماتم ہوا کہ آس پاس کے جتنے لوگ تھے سب دوڑے چلے آئے اور سب نے مل کر اس سنسان میدان میں مظلوم کربلا کا ماتم کیا اور تین روز تک اہلبیتؑ نے وہاں رہ کر امام مظلوم کی زیارت اور بکا کا فرض ادا کیا۔ آہ آہ خاص کر جناب زینبؑ کا کربلا میں دوبارہ پہونچنا تو عجیب قیامت کا سامان تھا جس کے سننے سے کلیجا پھٹنے لگتا ہے۔ ہائے بھائی ہائے حسینؑ کہہ کے روتی تھیں۔ یہاں تک کہ روتے روتے بیہوش ہو گئیں۔ جناب ام کلثومؑ اور سکینہؑ اور سب عورتیں بھی وا محمداہ۔ وا حسیناہ کہہ کے روئیں اور فریاد کرتی تھیں۔ شاعر نے لکھا ہے کہ اہلبیتؑ اطہار نے دوبارہ ماتم برپا کیا اور جناب زینبؑ نے

مثل چراغ گور غریباں دل جلا ~ پھوپوں کے بند قبر پہ تخت جگر جلا

پیارے کہاں گئے بود و باش کے سامان چھپا گئے
بے ساختہ پکاری کلیجا پکڑ کے ہائے

اب کس کے ساتھ داخلۂ کربلا ہوا
لایا تھا جو مدینے سے ہم کو وہ کیا ہوا

جہلم تو کر چلی میں دل افگار یا حسینؑ
اب روضہ کس طرح سے ہو طیار یا حسینؑ

بیٹا بھی اور بہن بھی ہے نادار یا حسینؑ
آخر کبھی تو آئیں گے زوّار یا حسینؑ

تکیہ ہے کارسازیٔ پروردگار پر
اس دم تو سائباں بھی نہیں ہے مزار پر

حضرتؑ کی قبر ہل گئی زینبؑ کے بین سے
آکر کہا بشیرؔ نے ابن حسینؑ سے

شہزادے! جاں بلب ہے پھوپھی شور و شین سے
چلیے وطن کو قبر شہِ مشرقین سے

عابدؑ نے پوچھا کیوں پھوپھی اماں قبول ہے
وہ بولی اختیار ہے کیا ہاں قبول ہے

الغرض نوبت وداع اہل حرم قبور مطہر سے آئی اور رسالۂ بشیر کا بھی سوار ہوا۔ اُس وقت بہ حسرت و یاس حضرت زینبؑ اس طرح کلمات رخصت فرمانے لگیں ؎

اے کربلا سیدِ دلگیر الوداع
اے قتل گاہ حضرت شبیرؑ الوداع

اے قبر ابن صاحب تطہیر الوداع
اے بھائی جان جاتی ہے ہمشیر الوداع

کیا بدنصیب ہے یہ نواسی رسولؐ کی
تم نے مجاوری بھی نہ جس کی قبول کی

بے آپ کے بقیعہ میں کس منہ سے جاؤنگی
نانا کے بھی مزار پہ عزت نہ پاؤنگی

گر جاؤں گی تو سخت ندامت اُٹھاؤنگی
پوچھیں گے سب بزرگ تو میں کیا بتاؤنگی

رخصت کیا حضور نے کیونکر میں یاں ہوں
جاؤں تو کس طرف کو رہوں تو کہاں ہوں

بھیا اُٹھو کجاوے میں مجھکو بٹھا دو
بھیا میں بے نقاب ہوں رہ گیر دیکھو ہٹا دو

روکیں قنات اکبرؑ و عباسؑ کو بلا دو
خالی ہے گود بھابھی کی اصغرؑ کو لیتے آؤ

سردار سارے قافلے کے آگے ہوتے ہیں
طیار کارواں ہوا اور آپ سوتے ہیں

غرض بی بی حضرت زینبؑ کی حالت کس طرح بیان کی جائے ؎

نانا کو روئی ماں کا جنازہ دیکھا   بابا کا بڑے بھائی کا لاشا دیکھا
زینبؑ کی غرض حیات روتے ہی کٹی   عاشور کو کیا کہوں کہ کیا کیا دیکھا

یہ بھی لکھا ہے ؎

شروع حادثہ تابوت مصطفےؐ دیکھا   کفن میں لاشۂ خاتونِ دوسرا دیکھا
علیؑ کے سر کو بھی شمشیر سے خوں بھرا دیکھا   حسنؑ کو زہرِ ہلاہل سے لوٹتا دیکھا
رسولِ حق کے ولی کو رسولؐ کو روئی   حسنؑ کو روئی جنابِ بتولؑ کو روئی

آہ آہ۔ اس کے بعد جناب زینبؑ نے کیا دیکھا۔ شاعر نے لکھا ہے ؎

غضب ہے شمر کو سینے پہ بھی چڑھا دیکھا   حسینؑ کو تہِ خنجر بھی لوٹتا دیکھا
سرِ امام کو نیزے پہ خوں بھرا دیکھا   گلوئے حضرتِ اصغرؑ کو بھی چھدا دیکھا
شہید جس کا ہر اک پیر و جواں ہووے   تباہ اُسکی مصیبت کا کیا بیاں ہووے
وہ بعد بھائی کے لوٹی گئی اسیر ہوئی   تباہ بختِ دلِ حضرت امیرؑ ہوئی
وہ شہر بہ شہر پھری دربدر حقیر ہوئی   سپاہِ شام میں سر ننگے دست گیر ہوئی
ہزار حیف کہ نکلا نہ مہر جس کے لئے   ردا بھی آئی میسر وہاں نہ اس کے لئے

مرحبا اے بی بیو خوب پرسا جناب فاطمہ زہراؑ کو دے رہی ہو ؎

شیعوں میں بے سبب نہیں یہ شور و شین ہے   زہراؑ شریک بزمِ عزائے حسینؑ ہے
حاضر برہنہ سر بنی مشرقین ہے   سبطِ نبی کے غم میں بکا فرض عین ہے
چہلم ہوا تمام شہِ مشرقین کا   دو فاطمہؑ کو آخری پرسا حسینؑ کا

تیسویں مجلس (۳۰) جس میں اہلبیتؑ کا شام سے مدینے واپس آنا لکھا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم خدا فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ

الیٰ معادٍ یعنی اے رسول یقیناً وہ خدا جس نے تم پر قرآن کو واجب کیا ہے تم کو تمہارے ٹھکانے کی طرف لوٹا دے گا۔ حضرت رسولخدا صلعم کو مکہ سے مدینہ ہجرت کرنا پڑا تو آپ کو بڑی آرزو تھی کہ پھر اپنے گھر جاتے۔ خدا نے آپ کو خوش خبری دی کہ ہم ضرور تم کو پھر وہاں لے جائینگے یہی ہوا کہ فتح مکہ کے وقت حضرت وہاں تشریف لے گئے۔ حضرتؐ ہی پر موقوف نہیں جو لوگ اپنے گھر سے دوسری جگہ جاتے ہیں ان کو اس کی بڑی تمنا ہوتی ہے کہ اپنی جگہ پھر واپس جائیں۔ اور جب واپس وہاں پہونچتے ہیں تو بڑی خوشی بھی ہوتی ہے مگر آہ آہ حضرات اہلبیتؑ جب شام کی قید سے رہا ہو کر مدینہ پہونچے تو انکی کیا حالت تھی۔ اس کے خیال سے بھی دل الٹا جاتا ہے۔ جب مدینہ کی دیواریں دور سے دکھائی دینے لگیں تو وہیں سے جناب ام کلثومؑ نے رو رو کر نوحہ پڑھنا شروع کیا کہ اے نانا کے شہر مدینہ۔ تو ہم لوگوں کے آنے کو کسی طرح قبول نہیں کرے گا کیونکہ ہم حسرتوں اور غموں کا ڈھیر لے کر آئے ہیں۔ ہم جب تجھ سے نکلے تھے تو بھرا گھر لے کر گئے تھے مگر اب اس طرح پلٹے ہیں کہ نہ ہمارے بزرگ باقی ہیں نہ لڑکے بچے۔ جب ہم گئے تھے تو ہماری کیسی اچھی جماعت تھی مگر پلٹے تو اس طرح کہ مال و اسباب تک لوٹ لئے گئے۔ اس وقت ہمارے آقا امام حسینؑ ہمارے ساتھ تھے اور پلٹے تو اس طرح کہ حضرتؑ وہیں چھین لئے گئے۔ ہم ضائع و برباد ہو گئے۔ اب ہمارا کوئی پرسان حال نہیں رہا۔ البتہ ہم اپنے بھائی پر نوحہ کرنے کو باقی رہ گئے۔ اے مدینہ ہمارے نانا سے کہدے کہ ہم لوگ اپنے

بھائی کی مصیبت میں مبتلا کر دیئے گئے۔ یہ بھی کہہ دے کہ ہمارے
سب عزیزوں کے لاشے زمین کربلا پر بے سر کے چھوڑ دیئے گئے
اور ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے تک ذبح کر دیئے گئے۔ نانا سے
یہ بھی کہہ دے کہ ہم لوگ اسیر کئے اور قیدی بنائے گئے اور ہمارے
سب اسباب بھی لوٹ لئے گئے۔ پھر آپ نے جناب سیدہ کو پکارا
کہ اے اماں کاش دیکھتیں کہ آپ کی بیٹیاں قیدی بنا کر شہر بہ
شہر اور دیار بہ دیار پھرائی گئیں۔ اگر آپ کی زندگی ہمیشہ رہتی تو
ہماری اس مصیبت پر آپ قیامت تک نوحہ و ماتم کرتی رہتیں غرض
جناب ام کلثومؑ نے اسی طرح بہت دردناک مرثیہ پڑھا اور جب
یہ حضرات شہر کے نزدیک پہونچے تو باہر ہی اُتر پڑے اور حضرت
سید سجادؑ نے بشیر سے فرمایا کہ مدینہ میں جا کر لوگوں سے کہہ دو کہ امام
حسینؑ شہید کر دیئے گئے۔ آہ آہ جب بشیر مسجد رسولؐ میں پہونچا تو خوب
ڈاڑھیں مار کر رونے لگا اور زور سے نوحہ پڑھا کہ مدینہ والو اب یہ
شہر ٹھہرنے کے قابل نہیں رہا ہائے (اس کے سردار) امام حسینؑ قتل کر دیئے
گئے۔ اس مصیبت میں ہماری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ آہ آہ حضرتؑ
کا بدن مبارک تو کربلا کی ریت پر مٹی اور خون میں لتھڑا ہوا پڑا تھا
اور حضرتؑ کا سر نیزے پر چڑھا کر تمام پھرایا گیا۔ حضرت سید سجادؑ
اپنی ماں پھوپھیوں اور بہنوں کے ساتھ واپس آئے ہیں۔ یہ خبر سنتے
ہی مدینہ کی عورتیں ننگے سر ننگے پاؤں گھروں سے باہر نکل پڑیں اپنے
بالوں کو بکھرا دیا۔ اپنے منہ پر طمانچے مارتی اور واویلا وا مصیبتا کی آوازیں
بلند کرتی اُس طرف کو دوڑیں۔ ان سب کے رونے نے زلزلہ پیدا کر دیا

مدینہ میں ایسا رونا پیٹنا کبھی نہیں ہوا تھا۔ اور بھیڑ اس قدر تھی کہ بشیر گھوڑے پر واپس نہیں آسکا۔ آخر کر کسی طرح حضرت سید سجاد کے خیمے تک پہونچا تو دیکھا کہ حضرت خیمہ سے باہر بیٹھکر بے اختیار رو رہے ہیں۔ سب عورتیں بھی روتی تھیں۔ مدینہ کے لوگ جوق جوق چلے آتے تھے۔ اور وا حسینا۔ وا مظلوماہ وا غریباہ کہہ کر چیختے اور حضرت سید سجاد کو پرسا دیتے تھے جب جناب محمد حنفیہ کو ان حضرات کے آنے کی خبر ہوئی تو بدحواس ہوکر اہلبیت سے ملنے چلے مگر آہ آہ جب قریب پہونچے اور اس لٹے ہوئے قافلہ کے سیاہ علموں پر نظر پڑی تو غش کھا کر اپنے گھوڑے سے زمین پر گر پڑے۔ لوگوں نے دوڑ کر حضرت سید سجاد سے کہہ دیا کہ جلدی اپنے چچا کی خبر لیجئے کہ وہ بھی ہلاک ہوا چاہتے ہیں۔ حضرت روتے ہوئے پاس آئے اور اپنے چچا کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا۔ جب حضرت محمد حنفیہ کو ہوش ہوا اور بھتیجے کو دیکھا تو زور سے ہائے کا نعرہ مار کر پوچھا بیٹا میرے بھائی کیا ہوئے۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک کہاں رہ گئے۔ میرے میوۂ دل کہاں ہیں۔ میرے بابا کے جانشین کہاں گئے میرے بھیا حسین کیا ہو گئے۔ بی بیو! بتائیے حضرت کیا جواب دیتے۔ فرمایا اے چچا میں یتیم ہو کر آیا ہوں۔ لوگوں نے ہمارے عزیزوں کو قتل کر ڈالا اور عورتوں کو قیدی بنا دیا۔ ہائے کاش آپ ہوتے اور دیکھتے کہ آپ کے بھائی کس کس طرح فریاد کرتے تھے مگر کوئی حضرت کی فریاد کو نہیں پہونچتا تھا۔ کس طرح استغاثہ بلند

کرتے تھے مگر کوئی رحم نہیں کھاتا تھا۔ لوگوں نے حضرتؑ کو پیاسا ہی قتل کر ڈالا حالانکہ جانوروں تک کو پانی دیا جاتا تھا۔ اس پر جناب محمد حنفیہ نے اس زور کی چیخ ماری کہ پھر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش ہوا تو سب لوگ مدینہ میں داخل ہوئے مگر حضرت زینبؑ نہ کسی سے ملتی تھیں نہ بولتی تھیں۔ نہ اپنے گھر گئیں بلکہ سیدھی مسجد رسولؐ میں پہونچیں اور دروازہ کا پٹ پکڑ کر چیخنے لگیں کہ اے نانا میں اپنے بھیا حسینؑ کی سُنانی لے کر آئی ہوں اور اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روئیں کہ معلوم ہوتا تھا آنکھوں سے آنسوؤں کے پرنالے جاری ہیں۔ شاعر نے لکھا ہے ؎

جب داخلِ وطن حرمِ مصطفےٰ ہوئے — زینبؑ سے سب نے پوچھا کہ شبیرؑ کیا ہوئے
بولی وہ کربلا میں بہن سے جدا ہوئے — امت پہ تین روز کے پیاسے فدا ہوئے
صغرا سے شرمسار ہونے کو میں آئی ہوں — بھائی کو ماں کی قبر پہ رونے کو آئی ہوں
زینبؑ کا نوحہ سن کے حرم رو دیئے اک دگر — قبرِ نبیؐ و فاطمہؑ کی سمت دیکھ کر
پڑھنے لگی یہ مرثیہ زینب بچشمِ تر — قربان جاؤں اب تو غریبوں کی لو خبر
اماں ترے پسر کے عزادار آئے ہیں — نانا ترے نواسے کے زوّار آئے ہیں
جدّا میں اپنا حال کہوں یا اخی کا حال — اُمت نے ہم سب کو قید کیا اُن کو پائمال
دربار کی جفا کہوں یا قید کا ملال — بس ہم کو جھینپ ورم کی بندی سے تمثال
سر ننگے شام و کوفہ میں ہم بھوکی پیاسی تھی — گویا کہ نانا میں نہ تمہاری نواسی تھی
قتلِ حسینؑ سے تو مرادِ عدو ملی — پیاسے کو پیاسا ذبح کیا آرزو ملی
ذلت پہ ذلت آہ مجھے کو بکو ملی — ہم بے کسوں کی خاک میں سب آبرو ملی
دامن یزید کا ہوا پُر زرِ امید سے — ٹھونکے ترے حسینؑ کے لب چوبِ بید سے

جدّا لٹا حسینؑ کا عمامہ اور عبا
جدّا خضابِ خون ترے فرزند نے کیا

جدّا تری بہو پھری بلوے میں بے ردا
جدّا ترے نواسے پہ کی شمر نے جفا

روضہ میں آکے نیل رسن کے دکھاؤں گی
اب آج میں ضریحِ مبارک ہلاؤں گی

مرگِ حسنؑ کا اتنا ہوا تھا نہ ہم کو غم
ناچار کرکے سر کیا شبیرؑ کا قلم

وہ بے کسی کی موت وہ تنہائی ہے ستم
شبیرؑ ذبح ہوتے تھے اور دیکھتے تھے ہم

کعبے کی راہ نہ دی نہ مدینہ کی راہ دی
مانگی پناہ اور نہ کسی نے پناہ دی

دردا بنی امیہ امیر اور ہم فقیر
حاکم یزید نائبِ مشکل کشا اسیر

جدّا ہمارے زخم نہیں ہیں شفا پذیر
ہم جیتے آئے مر گئے طفل و جوان و پیر

عابدؑ کا حلق طوق گراں وا محمدا
زینبؑ کی پشت نوکِ سناں وا محمدا

زینبؑ نے یہ حدیثِ مصیبت پڑھی تو ہائے
نزدیک تھا کہ عرشِ معظم زمیں پہ آئے

اور کشورِ مدینہ سے خلق بیٹھ جائے
واللہ بام و در عربستاں کے تھرتھرائے

باللہ یوں نبیؐ کی لحد تھرتھراتی تھی
جو شے تھی اس کے بیچ میں وہ کانپ جاتی تھی

کلثومؑ نے فغاں کی یہ قبرِ بتولؑ پر
اماں میں شام و کوفہ میں پھر آئی ننگے سر

واللہ زندہ ہوتیں تم اس عہد میں اگر
تو روتیں بیٹیوں کی مصیبت پہ عمر بھر

آئی ندا کہ تم نہ سمجھنا میں سوتی ہوں
اے بے نصیب بیٹی میں اس دم بھی روتی ہوں

ہو کر پیادہ پا حرمِ شاہِ مشرقین
داخل ہوئے رواقِ نبیؐ میں بشور و شین

زینبؑ نے خوں بھرا ہوا عمامۂ حسینؑ
لاکر سرِ مزار رکھا اور کئے یہ بین

زینبؑ یہ تحفہ گنجِ شہیداں سے لائی ہے
نانا نواسی بھائی کا عمامہ لائی ہے

زینبؑ کو دی کسی نے خبر جا کے ناگہاں
اب گھر چلو کہ جمع ہیں پُرسے کو بیبیاں

وہ بولی گھر تو لٹ گیا مقتل میں گھر کہاں
لوگو قصوروار ہوں میں سب کی خستہ جاں

صغراؑ[1] سے ہے حیا بڑی زہراؑ کی جائی کو
کھو آئی ہوں زنانِ عرب کی کمائی کو

[1] یہ صغریٰ شاید دوسرے امام حسنؑ کی بیٹی ہوں ۱۲

بعضوں کے بھائی بعضوں کے یوں لکھا ہے پسر حضرت کے ساتھ نکلے تھے گھر اپنا چھوڑ کر
کس منہ سے اُن کے مرنے کی دونگی انھیں خبر یا رب دُہائی چھپ کے چلی جاؤں میں کدھر
مر جاؤنگی یہاں سے میں گھر کو نہ جاؤنگی پائینِ قبر آپ کے بستر لگاؤں گی

اکتیسویں مجلس ۳۱

۲ صفر کی جس میں وقف کا کچھ حکم بیان کیا گیا جناب رسولخدا و جناب امیر و جناب سیدہ کے وقف کی کیفیت بیان کی گئی۔ تعزیہ داری کے لئے وقف کی مثال ذکر کی گئی۔ پھر حضرت رسولخدا اور اسکے بعد حضرت امام حسن کے فضائل اور شہادت لکھی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خدا فرماتا ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا کَثِیْرَةً وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْصُطُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ یعنی کوئی ہے جو خدا کو خوش دلی کے ساتھ قرض دے کہ خدا اُس کے قرض کو اُس کے لئے کئی گنا بڑھا دے گا۔ اور اللہ لوگوں کو تنگ دست بھی کرتا ہے اور کشایش بھی دیتا ہے اور اُسی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے ع اسی کے ایسا دوسری جگہ بھی خدا نے فرمایا ہے مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ کَرِیْمٌ یعنی ایسا کون ہے جو اللہ کو خوش دلی سے اُدھار دے اور خدا اس کا دونا اس کو ادا کرے اور اس کو بڑا عمدہ اجر دے (سو علاوہ) جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس وقت یہ آیت اُتری مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ

مِنْہا یعنی جو ایک نیکی لائے گا اُس سے بہتر اُس کو دیا جائیگا تو جناب
رسولخدا صلعم نے عرض کی کہ اے خدا مجھے اس سے زیادہ عنایت
فرما۔ تب خدا نے یہ آیت نازل فرمائی مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ
اَمْثَالِهَا یعنی جو شخص ایک نیکی لائے گا اُسے اُس کا دس گنا بدلہ
دیا جائیگا۔ اس پر جناب رسولخدا صلعم نے عرض کی کہ اے خدا
اس سے بھی زیادہ عطا کر۔ تب خدا نے یہ آیت نازل کی مَنْ ذَا الَّذِیْ
الخ جس سے جناب رسولخدا نے یہ سمجھ لیا کہ خود خدا جس کو کثیر فرمائے
اس کی کوئی انتہا نہیں ہوسکتی [1] خدا کی راہ میں قرض دینے یعنی خیرات
اور صدقہ دینے۔ غریبوں۔ محتاجوں۔ بیوؤں۔ یتیموں کی مدد کرنے
کا بے حد وحساب ثواب ہے۔ اس وجہ سے خدا نے وقف کا قاعدہ
بھی بنا دیا کہ جو شخص چاہے کہ اُس کے مال سے ہمیشہ کار خیر ہوتا رہے
اور برابر اس کا ثواب اس کو ملتا رہے وہ اپنی کوئی جائداد یا مکان
وغیرہ وقف کر جائے جو نہ بک سکیگا نہ کسی کی ذاتی ملک ہوگا بلکہ
اس کا نفع صرف خدا کی راہ میں خرچ ہوگا اور اس کا ثواب وقف کرنے
والے کے نامۂ اعمال میں لکھا جائیگا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام
نے فرمایا ہے کہ تین چیزوں کا نفع آدمی کو مرنے پر بھی ملتا رہتا ہے۔ ایک وہ
صدقہ ہے جس کو اُس نے اپنی زندگی میں جاری کر دیا ہو اور وقف بھی
اسی میں ہے جو میراث میں تقسیم نہیں ہوتا کہ اس کا ثواب اس کے مرنے
کے بعد بھی اس کو ملتا رہتا ہے۔ دوسرے وہ اچھا کام جس کو اس نے
ایجاد کیا ہو کہ اس کا ثواب بھی اس کو مرنے کے بعد ملتا رہے گا۔
تیسرے وہ اچھا لڑکا جو باپ کے لئے دعا کرے۔ اسی وجہ سے حضرت

[1] تفسیر مجمع البیان جلد ۱

رسولخدا و جناب امیرالمومنین و جناب سیدہ علیہا السلام نے بھی وقف کردیا تھا تاکہ مسلمانوں کو اس کی عادت پڑے اور اپنی اولاد کے ساتھ محتاجوں اور بےکسوں کی خبر گیری کا بھی خیال رکھیں۔

ایک صحابی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے حضرت رسولخدا و جناب سیدہ کے وقف کو دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا کہ ہاں ان حضرات نے بنی ہاشم اور بنی المطلب کے لئے وقف کیا تھا۔ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے جناب رسولخدا و جناب امیرؑ کے وقف کے بارے میں سوال کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم کے علاوہ جناب امیر علیہ السلام نے بھی وقف کیا تھا۔ خود حضرتؑ فرماتے تھے کہ کاش تو مجھے آنحضرت صلعم کے ساتھ دیکھتا کہ میں نے بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا تھا حالانکہ اس دن میری زکوٰۃ چالیس ہزار تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا میرے مال کی زکوٰۃ چالیس ہزار اشرفی تک پہونچ گئی تھی۔ ایک بڑے عالم نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا ہے کہ بعض لوگوں کو اس حدیث سے یہ وہم ہوتا ہے کہ جناب امیرؑ کے پاس اس قدر مال تھا جس کی زکوٰۃ اتنی نکلتی تھی۔ حالانکہ یہ بات نہیں ہے کیونکہ آپ تو سب لوگوں سے زیادہ زاہد تھے۔ ایک شخص بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے اس حدیث کا مطلب پوچھا وہ کہنے لگے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ جب سے میرے ہاتھ میں مال آیا ہے اگر وہ آج کے دن تک میرے ہاتھ میں رہتا تو اس کی زکوٰۃ اس قدر ہو جاتی۔ یا اس کا مطلب حضرتؑ کے وہ اوقاف ہیں

جن کو جناب امیرؑ نے جاری کیا تھا اور وقف کرنے کے پہلے حضرتؑ اس جائداد کے مالک تھے اور شاید ان اوقاف کے محاصل اس مقدار پر ہوں جن کو حضرتؑ نے بیان فرمایا ہے[1] اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک صحابی سے بیان فرمایا کہ میں تم سے جناب سیدہ کی وصیت بیان کرتا ہوں۔ یہ فرما کر حضرتؑ ایک ڈبا لائے۔ اس میں سے ایک تحریر نکالی جس میں لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ وصیت نامہ ہے فاطمہ بنت محمد صلعم کا۔ میں اپنے ساتوں باغ کے بارے میں علی ابن ابیطالبؑ سے وصیت کرتی ہوں جب وہ نہ رہیں تب حسنؑ اس (وقف) کا انتظام کریں گے۔ جب وہ بھی نہ رہیں تو حسینؑ کریں گے ان کے بعد میری اولاد میں جو لڑکا سب سے بڑا ہوگا وہ انتظام کرے گا۔ اس پر فاطمہؑ نے اللہ۔ مقداد اور زبیر کو گواہ کیا اور اس کی کتابت علی ابن ابیطالبؑ نے کی۔ دوسری روایت میں ہے کہ یہ ساتوں باغ وقف تھے۔ پہلے حضرت رسولخدا صلعم ان باغوں کی پیداوار لے کر اپنے مہمانوں اور مسافروں کی راہ میں خرچ کرتے تھے۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد۔ ایک بزرگ بیان کرتے تھے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے وصیت فرمائی تھی کہ سات زمانہ میں حضرتؑ پر نوحہ کیا جائے۔ اور اس زمانہ کے لیے حضرتؑ نے کچھ مال بھی وقف کر دیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عزاداری اور نوحہ و ماتم کے لئے وقف کرنے کا سلسلہ ہمارے امام کے زمانہ سے جاری ہے۔ ہم لوگوں کو بھی چاہیئے کہ اپنی جائداد سے ایسے نیک کاموں کے لئے کچھ وقف کر جایا کریں اور جو جائداد وقف ہو چکی ہو اس کی ایک کوڑی بھی اپنی ذات میں نہ

[1] ریاض النضرہ ج ۲ صفحہ ۲۲۳

خرچ کریں کہ وہ حرام ہے اور اس کے کھانے پر سخت عذاب ہوگا۔
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت رسولخدا صلعم نے ایک دفعہ مال غنیمت تقسیم کیا تو حضرت علیؑ کے حصہ میں بھی ایک زمین کا ٹکڑا آیا۔ حضرتؑ نے اس میں ایک چشمہ کھدوایا جس سے پانی خوب جوش مارتا ہوا نکلا تو ایک شخص نے دوڑ کر حضرتؑ کو اس کی مبارکباد دی۔ حضرتؑ نے فرمایا اس کی مبارک باد تو اس کے وارث کو دو۔ اس کی خوش خبری اس کے وارث کو پہونچاؤ۔ کیونکہ یہ حاجیوں اور خانہ کعبہ کے زائروں کے لئے وقف ہے۔ نہ بیچا جاسکتا ہے نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے اور نہ کسی کو میراث میں مل سکتا ہے جو شخص اس کو بیچے یا ہبہ کرے اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوتی رہیگی [۱] اللھم صل علی محمد و آل محمد۔ اسی وجہ سے حضرت رسولخدا صلعم نے اپنے بعد اپنا خلیفہ اور مسلمانوں کا پیشوا حضرت امیر المومنینؑ کو مقرر کردیا تھا کہ حضرتؑ جو کام کرینگے مسلمانوں ہی کے نفع کا ہوگا مگر افسوس مسلمانوں نے اس کا خیال نہیں کیا۔ حضرتؑ ابھی زندہ ہی تھے کہ وصیت نامہ لکھنے کے لئے کاغذ اور قلم دوات طلب کی مگر لوگوں نے کہدیا کہ حضرت ہذیان بک رہے ہیں [۲] مسلمانوں کے بڑے بڑے عالموں نے لکھا ہے کہ زیادہ تر لوگوں کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ آنحضرت اس وصیت نامہ میں خلافت کے بارے میں لکھتے کہ حضرت کے بعد کون خلیفہ ہو۔ جب حضرتؐ کی آخری حالت پہونچی اور جناب فاطمہ رونے لگیں تو حضرت نے ان کے آنسو اپنے ہاتھ سے پونچھے اور فرمایا کہ اے فاطمہؑ

[۱] وسائل جلد ۲ صفحہ ۶۸۷ تا ۶۹۳ [۲] صحیح بخاری پارہ ۱ صفحہ ۱۰۶

مت رو کہ تیرے رونے سے حاملانِ عرش روتے ہیں۔ پھر حضرت کی بہت دلداری کی اور بہت سی خوش خبریاں دیں اور کہا اے خدا میری جدائی میں اس کو صبر عطا فرما۔ پھر جناب سیدہ سے فرمایا کہ حسنؑ و حسینؑ کو پاس بلاؤ۔ دونوں شہزادوں نے آکر سلام کیا اور پاس بیٹھ گئے مگر حضرتؐ کو اس حال میں دیکھکر رونے لگے اور اس درد سے روئے کہ ان کو دیکھکر گھر کے سب آدمی رونے لگے۔ امام حسنؑ نے اپنا منہ حضرتؐ کے منہ پر اور حضرت امام حسینؑ نے اپنا سر حضرتؐ کے سینہ پر رکھدیا۔ حضرتؐ نے آنکھیں کھولدیں اور پیار سے ان کی طرف دیکھا۔ ان کے بوسے لئے۔ ان کی خوشبو سونگھی۔ اور ان کی تعظیم و محبت کے بارے میں وصیت کی۔ پھر فرمایا میرے بھائی علیؑ کو بلاؤ۔ حضرت علیؑ آئے۔ اور سرہانے بیٹھ گئے حضرتؐ نے اپنا سر بستر سے اٹھایا۔ حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ کے سر کو اپنے بازو پر رکھ لیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ فلاں یہودی کا مجھ پر اتنا قرضہ آتا ہے جس کو اسامہ کا لشکر روانہ کرتے وقت اس سے لیا تھا۔ میری طرف سے اسے ضروری ادا کردینا۔ اے علیؑ اول تم ہی مجھ سے حوض کوثر پر ملاقات کروگے۔ اور میرے بعد تمہیں بہت بہت تکلیفیں پہونچیں گی۔ چاہیے کہ دل تنگ نہ ہونا اور صبر کا طریقہ اختیار کرنا۔ اور جب دیکھو کہ لوگ دنیا کی طرف رغبت کرتے ہیں تم آخرت کو اختیار کرنا[1] جب حضرت کی وفات کا وقت پہونچا تو فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ۔ ایک بیوی

[1] مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۱۱ وغیرہ

نے اپنے ابا جان کو بلایا۔ حضرتؐ نے اُن کو دیکھکر پھر فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ۔ دوسری بیوی نے اپنے والد صاحب کو بلا دیا حضرتؐ نے ان کو دیکھکر بھی فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ۔ تب حضرت علیؑ بلائے گئے۔ حضرتؐ نے اب آپ کو دیکھ کر وہ کپڑا جو اوڑھے ہوئے تھے اُٹھایا اور حضرت علیؑ کو اس میں لے لیا۔ اور حضرت علیؑ آنحضرتؐ سے لپٹے رہے یہاں تک کہ آنحضرتؐ کا انتقال ہو گیا روایتوں سے ثابت ہے کہ آخر وقت حضرتؐ کا سر مبارک حضرت علیؑ کی گود میں تھا[۱]۔ صحیح روایتوں کے مطابق آج ہی ۲۸ صفر کو حضرتؐ کا انتقال ہوا۔ جناب سیّدہ یتیم ہو گئیں۔ حضرت امیر المومنین و جناب حضرت حسنؑ و حسینؑ پر کوہ مصیبت ٹوٹ پڑا۔ ان حضرات کو اس حادثہ کا ایسا سخت صدمہ ہوا کہ دنیا ان کی نظروں میں اندھیری ہو گئی۔ گھر میں قیامت بپا ہو گئی۔ وا محمداہ۔ وا نبیاہ کا شور بلند ہوا۔ آہ آہ۔ صحابہ نے حضرتؐ کے غسل و کفن کی فکر بھی نہ کی جناب امیرؑ ہی نے جناب عباسؓ اور اُن کے دو لڑکوں کے ساتھ حضرتؐ کو غسل دیا۔ کفن پہنایا اور دفن کیا۔ پھر قبر مبارک پر پانی چھڑک کر یہ لوگ سب سے پہلے جناب سیّدہ کے دروازے پر آئے اور آپکو پُرسا دیا۔ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے پیر کے روز انتقال کیا اور منگل دن گزرنے پر بدھ کی رات کو دفن کئے گئے۔ بی بیو آج سے ۴۸ یا ۴۹ سال کے بعد (۴۹ھ یا ۵۰ھ میں) آج ہی کی تاریخ حضرتؐ کے بڑے نواسے امام حسن علیہ السلام نے زہر سے انتقال کیا۔ حالانکہ حضرت ہر بات

[۱] مدارج جلد ۲ صفحہ ۵۱۱ وغیرہ

سے الگ رہتے تھے بلکہ معویہ سے صلح کر کے بادشاہت بھی اس کے حوالہ کر دی تھی۔ مگر حضرت کو جو عزت اور شرف خدا نے دیا تھا وہ آپ سے کون لے سکتا تھا۔ حضرت رسولخدا آپ کو اپنے ساتھ منبر پر لے جاتے اور فرماتے کہ میرا یہ فرزند سردار ہے۔ اور کبھی آپ کے اور امام حسینؑ کے بارے میں فرماتے کہ یہ دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں ؎۱ حضرت رسولخدا صلعم نے ان دونوں صاحبزادوں کو اپنا ایسا بیٹا بنایا تھا کہ حضرتؐ کی زندگی میں امام حسنؑ جناب امیرؑ کو یا ابا الحسینؑ کہکر اور امام حسینؑ حضرتؑ کو یا ابا الحسنؑ کہہ کر پکارتے اور جناب رسالتمآب صلعم کو ابا جان کہتے تھے۔ جب آنحضرت کا انتقال ہو گیا تب یہ حضرات اپنے والد جناب امیرؑ کو ابا جان کہنے لگے ؎۲ صورت میں بھی حضرت امام حسنؑ جناب رسالتمآبؐ سے بہت ملتے جلتے تھے۔ خود جناب امیرؑ فرماتے تھے کہ جو شخص ایسے آدمی کو دیکھنا چاہے جو حضرت رسولخدا صلعم کے سر سے گردن تک بہت ملتا جلتا ہو وہ حسنؑ کو دیکھ لے۔ اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ یہ روایت بھی ہے کہ امام حسنؑ سینہ سے سر تک سب سے زیادہ آنحضرت صلعم سے ملتے جلتے ہوئے تھے ؎۳ حضرت رسولخدا صلعم نے بار بار اس فضیلت کو بھی ظاہر کر دیا تھا جو خدا نے حضرت کو دی ہے چنانچہ بار بار فرمایا حسنؑ اور حسینؑ جوانان اہل بہشت کے سردار ہیں ؎۴ مگر آہ معویہ نے ان باتوں سے کسی کی بھی پروا نہیں کی۔ حضرتؑ کے ساتھ جن باتوں پر صلح کی تھی اُن میں سے ایک کو بھی

؎۱ کنز العمال جلد ۷ ص ۱۰۵ ؎۲ شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۳ ؎۳ کنز العمال جلد ۷ ص ۱۰۵
؎۴ اصابہ جلد ۲ ص ۱۲ وغیرہ

پوری نہیں کیا۔ بلکہ جب صلح کو کئی سال گزر گئے تو اس کو خیال ہوا کہ یزید کو اپنا ولی عہد قرار دے اور جو بڑے اور اثر والے لوگ ہیں ان سے یزید کی بیعت لے مگر چونکہ اس کو یقین کے ساتھ معلوم تھا کہ امام حسنؑ کی موجودگی میں یہ بات ہو نہیں سکتی اس وجہ سے وہ اس کوشش میں لگا کہ امام حسنؑ ہی دنیا سے اُٹھ جائیں۔ اس کی تدبیر اُس نے یہ کی کہ حضرت کی زوجہ جعدہ سے کہلا بھیجا کہ اگر تو کسی طرح امام حسنؑ کو قتل کر دے تو میں تجھے ایک لاکھ درہم انعام دوں گا اور تیرا نکاح بھی یزید کے ساتھ کر دوں گا[1] آہ آہ یہ تدبیر کام کر گئی۔ ایک روز حضرت روزے سے تھے گرمی کا دن تھا پیاس کی شدت تھی۔ افطار کے وقت حضرت نے پانی مانگا۔ جعدہ نے دودھ میں وہ زہر ملا کر حضرت کو پلا دیا۔ دودھ کا حلق سے نیچے اُترنا تھا کہ زہر کا اثر تمام بدن میں پھیل گیا اور حضرت کے کلیجے کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ خون کی قے آنے لگی جس میں جگر کے ٹکڑے گرتے تھے اور حضرت بے پانی کی مچھلی کی طرح تڑپتے اور لوٹتے تھے۔ حضرت کا چہرہ پیلا ہو گیا۔ امام حسین علیہ السلام نے یہ خبر سُنی۔ فوراً تشریف لائے مگر ایسے بدحواس تھے کہ آتے ہی حضرت پر گر پڑے اور رونے لگے۔ دریافت فرمایا بھائی مزاج کیسا ہے آہ آہ حضرتؑ نے عجیب جواب دیا۔ ارشاد کیا بھائی اب دنیا سے سفر ہے۔ میری زندگی کا یہ آخری دن ہے۔ تمہاری اور دوسرے بھائیوں کی جدائی کا بڑا غم ہے۔ مجھے اس سے پہلے بھی کئی دفعہ زہر دیا گیا مگر جیسا زہر اس دفعہ تھا کبھی نہیں تھا۔ اس کے پیتے

[1] مروج الذہب جلد ۲ صہ ۵۵

ہی دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ بعض معتبر کتابوں میں ہے کہ جب حضرتؑ کی وفات قریب پہونچی اور زہر تمام بدن میں پھیل گیا تو حضرت کا رنگ زرد اور سبز ہوگیا۔ یہ دیکھکر امام حسینؑ نے فرمایا آپ کا رنگ سبز کیوں ہوا جاتا ہے۔ اسپر حضرتؑ رونے لگے۔ اور فرمایا اے بھائی میرے اور تمہارے بارے میں نانا کی جو پیشین گوئی ہے وہ تو ضرور صحیح ہوگی۔ پھر دونوں بھائی ایک دوسرے کے گلے سے لپٹ گئے۔ اور دیر تک اسی طرح لپٹے اور خوب شدت سے روتے رہے۔ اس کے بعد حضرتؑ نے امام حسینؑ سے بہت سی باتیں کان میں کہیں۔ پھر حضرتؑ کو وصیت فرمائی۔ یہ بھی وصیت کی کہ میرے مرنے پر مجھے غسل دے کر اور کفن پہنا کر نانا حضرت رسولخدا صلعم کی بغل میں دفن کر دینا لیکن اگر تم کو لوگ اس سے روکیں تو میں تم کو نانا حضرت رسولخدا اور بابا امیرالمومنین اور اماں فاطمہ زہراؑ کی قسم دیتا ہوں کہ کسی سے اس بات پر لڑنا نہیں اور اسی وقت میرا جنازہ وہاں سے واپس لا کر اماں کی بغل میں دفن کر دینا۔ بی بیو حضرتؑ کے انتقال پر اہلبیتؑ میں جو کہرام بپا ہوا اس کو کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ خصوصاً حضرت امام حسینؑ و جناب زینبؑ و جناب ام کلثومؑ کی جو حالت تھی کسی طرح بیان نہیں ہو سکتی۔ پھر حضرت امام حسینؑ نے حضرتؑ کو غسل دیا۔ حنوط لگایا۔ کفن پہنایا۔ جنازہ لے جا کر مسجد رسولؐ میں رکھا۔ اور وہیں حضرتؑ پر نماز جنازہ پڑھی۔ اس کے بعد لوگوں سے کہا کہ حضرت رسولخداؐ کے روضہ کا دروازہ

کھولا جائے کہ اس میں قبر کھود کر حضرتؐ کو بھی دفن کریں مگر بنی امیہ کے خاندان سے مروان بن الحکم اور آل ابوسفیان وغیرہ نے روکا اور کہا کیا امام حسنؑ حضرت رسولخدا صلعم کے پاس دفن ہونے پائیں گے تو کبھی نہیں ہوسکتا خواہ اس بات پر لڑائی ہوجائے۔ تلواریں چل جائیں۔ نیزے ٹوٹ جائیں۔ تیر ختم ہوجائیں۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا خدا کی قسم جو لوگ آنحضرتؐ کے پاس بغیر حضرت صلعم کی اجازت کے دفن ہوچکے ہیں اُن سے زیادہ حق حضرت کے فرزند امام حسنؑ کا ہے کہ وہاں دفن ہوں۔ اتنے میں پہلے صاحب کی بیٹی بھی خچر پر سوار ہوکر چالیس سواروں کے ساتھ لڑنے کو آپہونچیں۔ کہتی تھیں کیا تم ایسے شخص کو میرے گھر میں لانا چاہتے ہو جس کو نہ میں دوست رکھتی ہوں نہ پسند کرتی ہوں۔ جناب ابن عباس نے کہا افسوس تمہارا ابھی کیا حال ہے۔ ایک روز تم اونٹ پر چڑھکر خدا کے اولیاء سے لڑنے اور نور خدا کو بجھانے نکلیں اور (ایک روز) آج رسولؐ کے پیارے کو حضرتؐ کے پاس دفن ہونے سے روکتی ہو۔ آہ۔ آہ۔ اس کے بعد اُس طرف سے تیر کی بوچھار شروع کردی گئی۔ لکھا ہے کہ ستّر تیر حضرتؑ کے تابوت میں چبھ گئے تھے۔ جب اس میں سے جنازہ نکالا گیا تو دیکھا کہ سات تیر صندوق کو توڑ کر حضرت کے بدن میں لگ گئے ہیں۔ اس پر حضرات اہلبیت میں جو ماتم برپا ہوا وہ کس طرح بیان کیا جائے۔ حضرت امام حسینؑ نے اس جنازہ کو اسی طرح جناب سیدہ کے پاس لاکر دفن کردیا[۱] گھر میں جناب

[۱] بحار جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۹

زینبؑ وغیرہ کی عجیب حالت تھی شاعر نے لکھا ہے ؎

زینبؑ یہی کرتی تھی بیاں لاشِ حسنؑ پر ۔ اے سیدِ مسموم
قربان ترے مرنے پہ ہوجائے یہ خواہر اے سیدِ مسموم
کیا زہر تھا جس سے کہ جگر ہوگیا صدچاک ہے طشت پُر از خوں
ہے سُرخ دہن سبز ہے بالکل تنِ اطہر اے سیدِ مسموم
چوسے تھے جنھیں پیار سے محبوبِ خدا نے بچپن میں مکرر
نیلم بنے سے ہے وہ لبِ پاک سراسر اے سیدِ مسموم
ہے ہے کلمہ گویوں نے حضرتؑ کو دیا زہر پانی میں ملا کر
شبیرؑ کے بھی خون کے پیاسے ہیں ستمگر اے سیدِ مسموم
فریاد رسی کون کرے آکے ہمارے سر پر نہیں کوئی
ناناؐ موئے بابا موئے زندہ نہیں مادر اے سیدِ مسموم

بتیسویں مجلس ۳۲ — ۲۸ صفر کی جس میں حج کے احکام لکھے گئے۔ پھر حضرت رسولخدا صلعم کی وفات اور امام حسن علیہ السلام کے فضائل لکھ کر حضرتؑ کی شہادت لکھی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ خدا فرماتا ہے :- وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۔ یعنی لوگوں پر واجب ہے کہ خدا کی خوشی کے لئے خانہ کعبہ کا حج کریں جس کو اس تک پہونچنے کا مقدور رہو اور جو

ناشکری کرے (کہ حج کو نہ جائے) تو اللہ دنیا جہان سے بے نیاز ہے ع۔ جس شخص کے پاس خرچ ہو اور وہ بیمار وغیرہ نہ ہو اور راستہ میں امن بھی ہو اُس پر خانہ کعبہ کا حج زندگی میں ایک مرتبہ کرنا واجب ہے اور یہ ایسی ضروری عبادت ہے کہ فروع دین میں داخل کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں اس کی بڑی تاکید ہے اور حدیثوں میں بھی اُس کا خاص حکم دیا گیا ہے۔ ایک صحابی نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ یا حضرتؑ کیا حج کرنا مالدار اور فقیر دونوں قسم کے لوگوں پر واجب ہے تو حضرتؑ نے فرمایا حج ہر شخص پر واجب ہے۔ بڑوں پر بھی چھوٹوں پر بھی۔ ہاں جسکو کسی قسم کا عذر ہوگا اُسے خدا معاف رکھیگا۔ دوسری حدیث میں حضرتؑ ہی نے فرمایا کہ لوگ اگر حج کو ترک کر دیں گے تو ان پر عذاب نازل کر دیا جائے گا اور ان کو مہلت بھی نہیں دی جائیگی۔ ایک اور حدیث میں حضرتؑ نے فرمایا کہ جناب امیرالمومنینؑ نے اپنی وصیت میں ارشاد کیا تھا کہ لوگو تم اپنے پروردگار کے گھر کا حج نہ چھوڑنا ورنہ برباد ہو جاؤ گے۔ یہ بھی فرمایا کہ جو شخص اپنے دنیا کے کسی کام کی وجہ سے حج کو چھوڑ دے گا تو وہ کام بھی پورا نہیں ہوگا۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے امام حسنؑ و امام حسین علیہ السلام سے جو وصیتیں کیں اُن میں یہ بھی فرمایا کہ میں تم دونوں کو خدا سے ڈرتے رہنے کی تاکید کرتا ہوں اور دیکھو خانہ کعبہ کا حق ضرور ادا کرنا۔ اس کے بارے میں خدا سے بہت ڈرنا جب تک تم لوگ زندہ رہو اس کا حج کرنا کہ اگر یہ عبادت چھوٹ جائیگی تو پھر خدا کی

طرف سے مہلت بھی نہیں ملے گی۔ ایک بزرگ نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ کسی شخص کے پاس خرچ ہو اور وہ حج نہ کرے تو کیسا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا وہ اُن لوگوں میں ہے جن کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز ہم انھیں اندھا اُٹھائیں گے۔ اُن بزرگ نے کہا سبحان اللہ کیا خدا اس کو اندھا کر دے گا (اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت نے فرمایا وہ بہشت کی راہ سے اندھا بنا دیا جائے گا کہ بہشت میں جانے کی اجازت بھی ملے گی تو اس کو اس کی راہ ہی نہیں سجھائی دیگی) ایک اور بزرگ نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ خدا کے اس قول کا کیا مطلب ہے وَمَن كَانَ فِي هٰذِهٖ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا یعنی جو شخص اس دنیا میں اندھا ہوگا وہ قیامت میں بھی اندھا ہی رہے گا بلکہ اور زیادہ گمراہ حضرتؑ نے فرمایا یہ وہ شخص ہے جو دنیا میں اپنے متعلق برابر یہی کہتا رہے کہ اب حج کو جاؤں گا۔ اور فلاں سال روانہ ہو جاؤنگا اور اس کام سے فراغت ہو تب جاؤں۔ یہاں تک کہ موت آجائے اور وہ صرف زبانی ارادہ ہی کرتا رہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے جناب امیر علیہ السلام سے وصیت فرمائی کہ اے علیؑ اس امت سے دس قسم کے لوگ خدا کے ہاں کافر سمجھے جائیں گے (جن میں یہ بھی ہیں) چغلی کھانے والا مرد یا عورت جادو کرنے والا مرد یا عورت۔ فتنہ فساد پھیلانے والا مرد یا عورت زکوٰۃ نہ دینے والا مرد یا عورت اور جو شخص حج کر سکتا ہو مگر بغیر حج کرے

حضرت نے فرمایا اس کو سیدھے راستہ سے اندھا
کر دیگا یعنی گمراہ کرے گا

مرجائے۔ اے علیؑ! جو شخص خرچ کرکے حج کو جاسکتا ہو مگر نہ جائے اور اس عبادت کو ترک کرے وہ کافر ہے۔ کیونکہ خدا نے فرمادیا ہے کہ لوگوں پر خانہ کعبہ کا حج کرنا واجب ہے اور جو اس سے کفر اختیار کرے تو خدا تمام جہان سے بے پرواہ ہے۔ اے علیؑ! جو شخص یہی کہتا رہے کہ اب حج کو جاؤں گا۔ فلاں کام ہو جائے تب حج کو روانہ ہوں گا۔ یہاں تک کہ مرتے وقت تک ایسا ہی کہتا رہے اس کو اللہ قیامت میں یہودی یا نصرانی بنا کر اٹھائے گا[1]

اللہم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔

اسی طرح بہت سی حدیثیں ہیں سب کے پڑھنے سے آپ گھبرا جائیں گی۔ اور جس طرح مردوں پر حج واجب ہے اسی طرح عورتوں پر بھی واجب ہے۔ حج اتنی ضروری عبادت ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم جب مکہ معظمہ سے ہجرت کرکے مدینہ گئے اس وقت سے برابر اس کے آرزو مند تھے کہ مکہ جاکر حج کریں۔ ۶ھ ہجری ذیقعدہ میں حضرت اسی ارادہ سے مکہ کی طرف چلے بھی مگر کافروں نے حضرت کو روکا اور اس سال وہاں جانے سے منع کیا تو حضرت صلح کرکے واپس تشریف لائے* اور مکہ کو فتح کیا۔ پھر ۱۰ھ ہجری میں مکہ جاکر آخری حج کیا جس کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ جب اس سے واپس جانے لگے تو راہ میں ایک تالاب پر جس کا نام غدیر خم تھا ٹھہر کر حضرت امیرالمومنینؑ کی خلافت کا پھر آخری اعلان کردیا کہ اب میرے بعد یہی سب مسلمانوں کے پیشوا اور میرے خلیفہ رہیں گے۔ جو لوگ آج

* اور دوسرے سال ۷ھ میں اسی ماہ ذیقعدہ میں مکہ جاکر عمرہ ادا کیا پھر ۸ھ میں تشریف لے گئے۔

[1] وسایل الشیعہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۵

تک مجھے اپنا آقا اور پیشوا جانتے رہے وہ اب علیؑ کو میرا جانشین خلیفہ اور اپنا آقا و مولا جانیں اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ اس کے بعد حضرت حضرت مدینہ میں واپس تشریف لائے اور سنہ ۱۱ھ شروع ہوا تو محرم ہی کے مہینہ سے حضرت اپنی وفات کی خبر دینے لگے جس کے چند دنوں کے بعد حضرتؐ بیمار ہوئے۔ کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؐ کو بخار اور سر کے درد کی شکایت تھی اور یہی بیماری بڑھتی گئی یہاں تک کہ حضرتؐ کا انتقال ہو گیا جب حضرتؐ کی بیماری زیادہ سخت ہو گئی تو جناب سیدہ حضرتؐ کے پاس گئیں حضرت کا معمول تھا کہ جب جناب سیدہ تشریف لاتی تھیں تو آپ انکی بڑی عزت اور تعظیم کرتے تھے۔ کھڑے ہو جاتے اور آگے بڑھکر ہاتھ پکڑ کر اور چوم کر اپنی جگہ بٹھاتے تھے۔ جناب سیدہ کا بھی یہی دستور تھا کہ جب آنحضرت صلعم تشریف لاتے تو کھڑی ہو جاتیں اور اپنی جگہ سے ہٹ کر وہیں حضرتؐ کو بٹھاتیں۔ اس بیماری کی زیادتی میں جو جناب سیدہ حضرتؐ کے قریب گئیں تو مرحبا یا ابنتی (آؤ بیٹی آؤ تمہارے آنے سے میرا دل ٹھنڈا ہوا) کہکر پہلو میں بٹھا لیا اور چپکے سے کچھ کان میں کہا جس پر جناب سیدہ رونے لگیں۔ پھر اسی طرح دوسرے کان میں کچھ کہا تو آپ ہنسنے لگیں آنحضرت صلعم کی ایک بیوی نے آپ سے پوچھا کہ تم کس بات پر روئیں اور کس بات پر ہنسیں۔ آپ نے کہا میں رسول اللہ کا بھید نہیں کہہ سکتی۔ حضرتؐ کی وفات کے بعد پھر ان بیوی نے پوچھا تو فرمایا اب بابا زندہ نہیں ہیں تو اس بات کو کہہ دیتی ہوں۔ پہلی بار حضرت

رسولخدا نے مجھ سے فرمایا کہ اے بیٹی اب میری موت نزدیک پہونچ گئی اس پر میں رونے لگی۔ تب حضرتؐ نے دوسری بار کان میں فرمایا اے بیٹی تھوڑے ہی دنوں میں تم بھی میرے پاس آجاؤگی اور تم بہشت کی کل عورتوں کی سردار ہوگی۔ اس پر میں خوش ہوکر ہنسی تھی آہ آہ بی بیو جب حضرتؐ کی وفات کا وقت بالکل سر پر آگیا اور حضرتؐ کی حالت بہت غیر ہونے لگی تو جناب سیدہ رونے لگیں۔ حضرتؐ سے بیٹی کا رونا اس وقت بھی برداشت نہیں ہوا ان کے آنسو حضرتؐ نے اپنے ہاتھ سے پونچھے اور فرمایا اے فاطمہؑ مت رو کہ تیرے رونے سے حاملان عرش روتے ہیں۔ پھر حضرتؐ نے جناب سیدہ کی بہت دلداری کی اور کئی خوش خبریاں دیں اور دعا بھی فرمائی کہ اے خدا اسے میری جدائی میں صبر عطا فرما۔ آہ آہ جب حضرتؐ کا انتقال ہوگیا تو جناب سیدہ یہ کہہ کر رونے لگیں کہ ہائے اے بابا آپ نے دعوت حق کو قبول کر لیا۔ ہائے اے باباجان آپ نے بہشت کی راہ اختیار کرلی۔ ہائے اے ابا اب جبرئیلؑ کو آپ کی وفات کی سنائی کون سنائے۔ آپ کے بعد جبرئیل امین خدا کی وحی لے کر کس پر نازل ہوں گے۔ اے اللہ اب تو میری روح کو آنحضرتؐ کی روح کے پاس پہونچادے۔ اے اللہ مجھے اپنے رسولؐ کے جوار رحمت میں جگہ عطا فرما۔ اے خدا مجھے اپنے پیارے حبیب کے ثواب سے بے نصیب نہ رکھ اور قیامت کے دن ان کی شفاعت سے محروم نہ فرما۔ مختصر یہ کہ جناب سیدہ پر اپنے بابا کی وفاۃ کا ایسا صدمہ ہوا کہ پھر کسی نے حضرتؐ کو خوش اور ہنستا ہوا نہیں دیکھا[۱] آہ آہ اس کے بعد کی حالت تو اور سخت ہے۔ جناب رسولخداؐ کے دفن ہونے پر

[۱] مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۱۲

جناب سیدہؑ نے آنحضرتؐ کی قبر مبارک کی تھوڑی مٹی اٹھا کر سونگھی اور دو شعر پڑھے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص رسول اللہؐ کی قبر کی مٹی سونگھ لے پھر اس کو زندگی بھر کسی اور خوشبو کے سونگھنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ آہ آہ حضرت کی وفات کے بعد مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑیں کہ اگر وہ مصیبتیں دنوں پر پڑتیں تو وہ رات ہو جاتے۔

میں حج کا مضمون پڑھتی تھی۔ یہ ایسی ضروری عبادت ہے کہ معتبر کتابوں میں حضرت امام حسن علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں پچیس حج پیدل کئے اور فرماتے تھے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ اپنے پالنے والے سے ملوں اور اس کے گھر کی طرف پیدل نہ جاؤں [۱] اب آپ حساب کریں کہ حضرتؑ ۳ سنہ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں شہید کئے گئے۔ بالغ ہونے کے بعد حضرت صرف ۳۱ یا ۳۲ سال زندہ رہے۔ اس میں آپ نے پچیس پیدل حج کئے یعنی صرف چھ یا سات سال یا تو حضرتؑ حج کو گئے ہی نہیں یا گئے تو سواری پر۔ باقی تمام عمر حضرت پیدل حج کرتے رہے۔ بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ سے مدینہ تک ۲۰۴ میل ہے۔ اتنا بڑا سفر حضرات پیدل طے کرتے تھے اور بالغ ہونے کے پہلے بلکہ بچپن میں بھی آپ کو خدا کی خوشی حاصل کرنے کی بڑی فکر رہتی تھی۔ ایک مرتبہ یزید کا دادا ابو سفیان جو جناب رسالت مآب صلعم سے کئی لڑائیاں لڑ چکا تھا جناب امیر المومنینؑ کی خدمت

[۱] اسد الغابہ جلد ۲ صکا

میں حاضر ہوا اور کہا کہ ابو الحسنؑ! میں تمہارے پاس ایک ضرورت سے آیا ہوں۔ حضرتؑ نے پوچھا وہ کیا۔ اس نے کہا میرے ساتھ محمد (رسولخدا صلعم) کی خدمت میں چلو اور اُن سے کہو کہ میرے لئے اس قسم کا ایک معاملہ کر دیں اور عہدنامہ تحریر فرمادیں۔ حضرتؑ نے جواب دیا کہ ابوسفیان! آنحضرتؐ نے تیرے لئے پہلے ہی ایک عہد کر دیا ہے اُس سے آنحضرتؐ پھر نیگے نہیں۔ جس وقت یہ باتیں ہو رہی تھیں جناب سیدہ پردے کے اندر تشریف رکھتی تھیں اور امام حسنؑ آپ کے سامنے کھیل رہے تھے آپ اُس وقت صرف چودہ مہینے کے تھے۔ ابوسفیان نے امام حسنؑ کو دیکھ کر جناب سیدہ سے کہا محمدؐ کی بیٹی! تم اپنے بیٹے (حسنؑ) سے کہو کہ اپنے نانا سے میری سفارش کر دیں۔ اگر وہ یہ کر دینگے تو تمام عرب و عجم کے سردار ہو جائینگے پس (ابھی جناب سیدہ نے کچھ جواب نہ کہلایا تھا کہ) امام حسنؑ جھپٹ کر ابوسفیان کی طرف تشریف لائے اور اپنے ایک ہاتھ سے ابوسفیان کی ناک [illegible]را اور دوسرے ہاتھ سے اُس کی داڑھی پکڑ لی۔ اُسکے بعد خدا کی قدرت سے بول پڑے کہ اے ابوسفیان! لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہو تو [illegible] تمہاری سفارش اپنے جد بزرگوار سے کرتا ہوں۔ یہ واقعہ دیکھکر جناب امیر المومنینؑ کو اتنی خوشی ہوئی کہ فرمایا اُس خدائے بزرگ کا شکر ہے جس نے آل محمدؐ میں بھی خاص ذرّیۃ رسولخداؐ سے یحییٰ بن زکریا پیغمبر کا مثل و نظیر پیدا کیا اور بچپن ہی میں انکو شریعت کی حکومت عطا فرمائی۔ اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ [1] بی بیو جس بزرگ میں اتنے فضائل ہوں اس سے کس کو دشمنی ہوگی۔ مگر معویہ کو تو حضرت کی زندگی ہی کھٹکتی تھی۔ اس نے حضرتؑ کی بیوی جعدہ کے پاس دس ہزار

[1] مناقب آل ابیطالب جلد ۴ صلہ

اشرفیاں بھیجکر اور کوفہ کے اطراف کی بڑی بڑی جائدادیں دیکر زہر دلوایا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ معویہ نے جعدہ کے پاس بہت مال بھیجا اور قسم کھائی کہ اگر تو حسنؑ کو زہر پلا دے تو تجھکو ایک لاکھ درہم انعام دوں گا اور یزید سے تیری شادی کر دوں گا۔ آہ اس کے بعد ایک روز حضرتؑ روزے سے تھے شام کو گھر میں تشریف لائے۔ سخت گرمی تھی۔ جعدہ نے دودھ کا شربت حضرت کے افطار کے لئے بنایا اور اس میں وہی زہر ملا کر حضرتؑ کو دے دیا۔ حضرت نے پیتے ہی فرمایا ہائے کمبخت تو نے مجھے قتل کر دیا۔ جا تو اپنے مراد کو نہیں پہونچے گی۔ معویہ نے تجھے دھوکہ دیا۔ اس کے بعد حضرت دو روز زندہ رہے پھر انتقال فرمایا۔ مگر معویہ نے جعدہ سے جو عہد کیا تھا اس کو پورا نہیں کیا۔ انتقال کے وقت آپ ایسے کرب میں ہوئے کہ خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے۔ حضرت کے سامنے طشت رکھا تھا اس میں آپ خون کی قے کرتے تھے اور حضرتؑ کے جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر اس میں گرتے تھے۔ حضرت امام حسینؑ دوڑے اور حضرت پر گر پڑے پھر حضرت کا سر اور ماتھا چومنے لگے۔ اس کے بعد دونوں بھائی منہ سے منہ ملائے دیر تک آہستہ آہستہ باتیں کرتے رہے جب حضرتؑ کا انتقال ہو گیا تو امام حسینؑ نے حضرت کو غسل دیا اور کفن پہنا کر تابوت میں آپ کا جنازہ رکھ کر روضہ حضرت رسولخدا صلعم کی طرف چلے کہ دفن کریں مگر مروان اور دوسرے بنی امیہ نے روکا اور بی بی عائشہ بھی ایک خچر پر سوار ہو کر پہونچیں اور حضرتؑ کو

وہاں دفن کرنے سے منع کیا۔ اس پر جناب ابن عباس نے اُن سے
کہا۔ کیسے افسوس کی بات ہے کہ یوماً تجملت ویوماً تبغلت۔
وان عشت تفیلت یعنی ایک دن اونٹ پر چڑھ گئیں اور ایک روز خچر
پر سوار ہو کر پہونچیں۔ اگر زندہ رہو گی تو ایک روز ہاتھی پر بھی نکلو گی۔ ملا
بی بیو حضرت زینبؑ و ام کلثومؑ کی حالت کیا بیان ہو شاعر نے لکھا ہے۔

بنتِ زہراؑ یہ رو کر پکاری زہر سے بھائی کو مارا
چل گئی مرے دل پر کٹاری زہر سے مرے بھائی کو مارا

مصطفےٰ مرتضیٰؑ کی نشانی مجتبیٰؑ اے مرے یوسف ثانی
فاطمہؑ پاس پہونچی سواری زہر سے مرے بھائی کو مارا

نکلے کٹ کٹ کے ٹکڑے جگر کے زہر قاتل کے ہی یہ اثر ہے
بن گئی جان پر کیا تمہاری زہر سے مرے بھائی کو مارا

تا کت میں ترے دشمن تھے شبرؑ کیسے انگو سمجھائے برادر
کیا گئی جان شیریں تمہاری زہر سے مرے بھائی کو مارا

موت ہی ہو نہ زینبؑ کی آئی دفن کرتا مجھے میرا بھائی
خنجر ہجر ہے دل پہ کاری زہر سے مرے بھائی کو مارا

تیرے تابوت پر تیر مارے ہائے ہمشیر کس کو پکارے
اب سنے کون فریاد و زاری زہر سے مرے بھائی کو مارا

بی بیو شاعر نے دوسرا نوحہ اس طرح لکھا ہے۔

زینبؑ نے کہا لاشِ شبرؑ پہ یہ رو رو کے ہے مرے بھائی
مظلوم برادر سم قاتل دیا تم کو ہے مرے بھائی

پندرہویں کو پیدا ہوئے ماہ رمضاں کی اور ماہ صفر میں
دو روز ہے باقی کہ سوئے خلد چلے ہو ہے مرے بھائی

تم مر گئے اور جیتی رہی ہائے یہ خواہر مسموم برادر
مارا انہیں اس نے دیا زہر نہ مجھکو ہے مرے بھائی

کٹ کٹ کے گرا طشت میں بھائی کا کلیجا ہے ہے مرے بھیا
دل ٹکڑے ہوا جاتا ہے خواہر کی خبر لو ہے مرے بھائی

اے بھائی ترے دفن پہ کی لوگوں نے پیکار ہیں لیں کہ ندار
چلاتے ہیں سب زخمی کرو لاش حسنؑ کو ہے مرے بھائی

نانا کے قریں دفن نہ ہرگز ہو تو اسا یہ کہتے ہیں اعدا
جاتی ہے تری لاش بقیعہ کی طرف کو ہے ہے مرے بھائی

تمت

(سید محمد جعفر نے مطبع اصلاح مشین پریس کجھوا میں چھپوا کر شایع کیا)

برقی چورن یہ وہ چورن ہے جو معدہ کی کل شکایت کیلئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ پیٹ کا درد، نفخ، قبض، پیچش، اسہال، باؤ گولہ، قراقر وغیرہ کو فوراً دور کر دیتا ہے اور جو کچھ انسان کھائے اوسکو ہضم کر کے بھوک اور خون صالح پیدا کرتا ہے غرض بدہضمی، تخمہ، ضعف معدہ، قلت اشتہا میں چورن ایک حاذق حکیم کا کام دیتا ہے۔ برابر بنتا اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوتا ہے کیونکہ جو استعمال کرتا ہے وہ اس کا معتقد ہو جاتا ہے

قیمت پانچ شیشی کی صرف عہ علاوہ محصول ڈاک۔ ایک روپیہ سے کم نہیں روانہ ہوتا۔

ملنے کا پتہ:- سید موسیٰ کاظم کجھوا (بہار)

خضاب ناظری کرشمہ حیات خود ستائی اپنا شیوہ نہیں ہے مگر اس خضاب کی مثل آفتاب عالم میں روشن ہے۔ ہزاروں خطوط اسکی صفت میں موجود ہیں سابق میں جو خضاب روانہ کیا جاتا تھا چند وجوہ کے باعث بند ہو گیا تھا۔ اب پھر جاری کیا گیا ہے مندرجہ ذیل نظم اصلاح کے پرچہ میں چھپ چکی ہے دوبارہ پھر شایع کیجاتی ہے جناب محشر صاحب لکھنوی تحریر فرماتے ہیں:- میں نے اکثر دوا خضاب لگوایا لیکن ایسا خضاب نہ پایا۔ بالوں کو سیاہ چمکیلا اور نرم کر دیتا ہے۔ بوڑھوں کو جوانی کی بہار دکھلاتا ہے۔ گویا یہ خضاب ہر خضابوں سے بہتر ہے قیمت فی شیشی کلاں عہ خورد فی شیشی اور ایک شیشی سے کم نہیں روانہ کیا جاتا۔

واقعی جیسا لکھا ویسا ہی پایا لاجواب	سیکڑوں لاکھوں میں حضرت کا خضاب انتخاب
رٹنے لگتا ہے سیاہی میں شب دیجور سے	رنگ کے آگے سامنے کالا کہاں یہ پیچ و تاب
پاس تک آنے نہیں ہے یہ نقلی صورتیں	میں تو اسکے رنگ اصلی پر فدا ہوں اے جناب
ابتدا سے انتہا تک ایک صورت رکھتا ہے	نیلے پیلے رنگ سے بے شک اسے ہے اجتناب
تسکے مانند جیب ابن مظاہر تم کہو	عالم پیری میں محشر ہم دکھاتے ہیں شباب

نمک ناظر مدبر:- معدہ و جگر و طحال و ریاح وغیرہ کیلئے مرد و عورت دونوں کیلئے مفید ہے۔ مقدار خوراک ماشہ بھر بچوں کیلئے ۴ سرخ۔ قیمت فی شیشی کلاں عہ علاوہ محصول ڈاک۔ نمک ناظر اصلاح معدہ و جگر و باد گولہ و درد قولنج کے خیال سے طیار کیا گیا ہے۔ قیمت فی شیشی کلاں عہ محصول ڈاک علاوہ۔

المشتہر:- حکیم سید محمد ناظر کجھوا (صوبہ بہار)

(سید محمد جعفر نے مطبع اصلاح مشین پریس کجھوا میں چھپوا کر شایع کیا